معارف کا زرِ تعاون

ہندوستان میں سالانہ اسی روپیے فی شمارہ سات روپیے

پاکستان میں سالانہ دو سو روپیے

دیگر ممالک میں سالانہ ہوائی ڈاک بیس پونڈ یا بتیس ڈالر

بحری ڈاک سات پونڈ یا گیارہ ڈالر

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ : حافظ محمد یحییٰ شیرستان بلڈنگ

بالمقابل ایس. ایم. کالج. اسٹریچن روڈ. کراچی

• سالانہ چندہ کی رقم منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ کے ذریعہ بھیجیں. بینک ڈرافٹ درج ذیل نام سے بنوائیں،

DARULMUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY
AZAMGARH

• رسالہ ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اگر کسی مہینے کے آخر تک رسالہ نہ پہونچے تو اس کی اطلاع اگلے ماہ کے پہلے ہفتہ کے اندر دفتر میں ضرور پہونچ جانی چاہیے اس کے بعد رسالہ بھیجنا ممکن نہ ہوگا۔

• خط و کتابت کرتے وقت رسالہ کے لفافہ کے اوپر درج خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

• معارف کی ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں کی خریداری پر دی جائے گی۔

کمیشن ۲۵٪ ہوگا۔ رقم پیشگی آنی چاہیے۔

جلد ۱۶۳ ماہ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۹۹ء عدد ۴

فہرست مضامین

شذرات

اقلیتوں کے مذہبی حقوق کی طرح ہندوستان کا آئین ان کے تعلیمی و ثقافتی حقوق کے تحفظ کا ضامن بھی ہے۔ دستور کی دفعہ ۲۹ (۱) میں صراحت ہے کہ "بھارت کے علاقے میں یا اس کے کسی حصے میں رہنے والے شہریوں کے کسی طبقہ کو جس کی اپنی الگ جداگانہ زبان، رسم الخط یا ثقافت ہو، اس کو محفوظ رکھنے کا حق ہوگا"۔ اسی طرح دفعہ ۳۰ (۱) میں بھی واضح طور پر کہا گیا ہے کہ "تمام اقلیتوں کو خواہ وہ مذہب کی بنا پر ہوں یا زبان کی۔ اپنی پسند کے تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا"۔ قوانین وضع کرتے وقت (۱-الف کے تحت) ریاستوں کو پابند کیا گیا کہ "ضمانت دیا گیا حق محدود اور ساکت نہ ہو جائے" اور دفعہ ۳۰ (۲) میں وضاحت ہے کہ "مملکت تعلیمی اداروں کو امداد عطا کرنے میں کسی تعلیمی ادارے کے خلاف اس بنا پر امتیاز نہ برتے گی کہ وہ کسی اقلیت کے زیر اہتمام ہے خواہ اقلیت مذہب کی بنا پر ہو یا زبان کی"۔

لیکن آئین میں دئے گئے اقلیتوں کے مذہبی حقوق کی طرح یہ صریح و واضح تعلیمی حقوق بھی ملک کی اکثریت کے لئے ناقابل برداشت ہیں اور وہ ان کے خلاف برابر کوئی شوشہ چھوڑتی رہتی ہیں شروع ہی سے انتظامیہ کے متعصب اور تنگ نظر افراد، محکمۂ تعلیمات کے افسر، یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر اور فرقہ پرست عناصر ان میں بے جا دخل اندازی کرکے اقلیتوں کو تنگ اور ان کے حقوق کو سلب کرنا چاہتے ہیں اور ان کے قائم کردہ اداروں کی ترقی میں رخنہ اندازی اور ان کے اقلیتی کردار کو تبدیل کرنے کے درپے ہوتے ہیں کبھی یکساں قوانین یا یکساں سول کوڈ کی آڑ میں اور کبھی ملک کی سالمیت اور قومی یکجہتی کے نام پر ان کو ختم کرنا چاہتے ہیں، اقلیتی اداروں میں بھی پس ماندہ ذاتوں کے لئے نشستیں محفوظ رکھنے کی پابندی اور ملازمین کی برطرفی کے لئے طرح طرح کی بندشیں لگا کر آئینی تحفظات کو بے جان بنا دینا چاہتے ہیں، ان سازشوں کو ناکام کرنے، اپنے آئینی حقوق کے تحفظ اور اقلیتی کردار کو بچانے کے لئے تمام اقلیتوں کو متحد ہو کر جد و جہد کرنی چاہیے مگر پہلے خود اقلیتی اداروں کے سربراہ ان کو بدعنوانی اور بدانتظامی سے پاک رکھیں، عدل و مساوات کے اصول اور آئین کی مکمل پابندی کریں، ملازمین کو تنگ کرنے اور نکالنے کے من مانے ڈھنگ سے باز رہیں، افسوس

ہے کہ تعلیم جیسے مقدس اور برتر شعبے میں بھی غلط کار افسروں نے رشوت اور لین دین کرکے ہر قسم کی بدعنوانی کے لئے راستے کھول دئے ہیں۔

یہ شکایت بہت پرانی ہے کہ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا تناسب ان کی آبادی سے بے حد کم ہے، ہفتہ وار "توحید میل" لکھنؤ نے اترپردیش کے محکمۂ اطلاعات عامہ کی سنہ رواں کی ڈائری کے حوالہ سے لکھا ہے "۱۹ کمشنریاں ایک بھی کمشنر مسلمان نہیں۔ ۸۳ اضلاع ایک بھی حاکم ضلع کے عہدے پر مسلمان فائز نہیں[1]۔ ۸۳ کپتانوں میں ۲ مسلمان۔ ایک ایس۔ ایس۔ پی، دوسرا ایس۔ پی۔ مگر کہاں بلند مقامات پر۔ ۔ ۔ نینی تال اور اودھم سنگھ نگر میں۔ صوبے کے مفصلات میں تعینات اطلاعات کے افسر بھی شاید دو ایک ہی نکلیں گے ۔ ۔ ۔ گورنمنٹ کے ہیڈ کوارٹر پر تعینات پرسنل سکریٹری، کمشنر اور سکریٹریوں اور محکمہ جاتی سربراہوں کا حال اتنا خراب نہ سہی لیکن اس سے کچھ زیادہ اچھا بھی نہیں۔ فاضل مدیر جناب محمد سبط نقوی کو ہم سے زیادہ اس کی واقفیت ہوگی کہ "صاف ستھری اور عدل و انصاف پر مبنی حکومت" سے پہلے کی حکومتوں میں بھی صورت حال بہت اطمینان بخش نہیں تھی۔ اس پر دوسروں کو الزام دینے سے پہلے اپنے قصور کو دیکھنا چاہیے، مسلمانوں کی علم و آگہی سے محرومی اور تعلیمی پس ماندگی نے آزاد ہندوستان کے نقشے میں ان کی تصویر بہت دھندلی اور مدھم بنا دی ہے، مقابلے کے امتحانوں میں بیٹھنے والے مسلم امیدواروں کی تعداد اس لئے بہت کم ہوتی ہے کہ ان کے خیال میں ان کے ساتھ ناانصافی اور تعصب سے کام لیا جاتا ہے۔ اس کا رونا رو کر محنت سے جی چراتے اور اپنی تساہلی اور غفلت کے لئے حکومت کو الزام دیتے ہیں۔

ماہنامہ شاعر اردو کا قدیم رسالہ اور اس کا دیرینہ خادم ہے جو علامہ سیماب اکبرآبادی جیسے مسلم استاد شعر و ادب کی یادگار ہے، ان کے بعد جناب اعجاز احمد صدیقی مرحوم نے اس کی عظمت میں چار چاند لگا دیا۔ اب یہ تیسری پشت کے قبضے میں ہے۔ اردو کا شاید ہی کوئی علمی و ادبی رسالہ تیسری نسل تک پہنچ کر

---

[1] یہ سطریں چھپ رہی تھیں کہ ایک مسلمان اعظم گڑھ کے کلکٹر ہو کر آئے ہیں۔

اپنی مقبولیت اور معیار کی بلندی کو باقی رکھ سکا ہو، لیکن شاعر تیسری پیڑھی میں آکر زیادہ تر و تازہ، شاداب اور توانا ہوگیا ہے، اس نے اپنی ہفتاد سالہ زندگی میں ایک سے بڑھ کر ایک خاص نمبر شائع کیے، لیکن اس کے "ہم عصر اردو ادب" نمبر کی بات ہی کچھ اور ہے۔ کئی برس سے اس کا انتظار تھا، اب جو چھپ کر آیا تو یہ عقدہ کھلا کہ تاخیر بلاوجہ نہیں تھی۔ ۱۲۴۰ صفحات پر مشتمل ہونے کے باوجود یہ نامکمل اور الف سے س تک ہے۔ دو اور ایسی ہی جلدوں کی اشاعت کے بعد یہ مکمل ہوگا۔ اس پر ریویو بعد میں کیا جائے گا، سردست اس کی اشاعت کی اطلاع دینی اور مختلف ابواب کے تحت اتنا خوبصورت اور دل کش ضخیم نمبر مرتب کرنے پر مبارک باد دینی مقصود ہے اردو کی ناقدری اور ادبی رسالوں کی کس مپرسی کے زمانے میں ایسا شاندار نمبر نکالنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ یہ کارنامہ افتخار امام جیسا اردو کا فرہاد ہی انجام دے سکتا ہے۔

ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

---

۱۹ مارچ کو ہمارے فاضل دوست مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری نے ابوظبی سے فون پر مطلع کیا کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ پر فالج کا حملہ ہوا ہے۔ اس خبر نے بہت مضطرب کردیا، عیادت کے لئے گیا تو دیکھا کہ جسم کے دائیں جانب کا حصہ متاثر ہے تاہم ہوش و حواس بجا اور یادداشت ٹھیک ہے، نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام فرماتے ہیں، بات چیت بھی کرلیتے ہیں، مگر آواز اچھی طرح صاف نہیں ہے، مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے اور خیریت دریافت کرتے اور اظہار تعلق فرماتے رہے، ماہر ڈاکٹروں نے اپولو دہلی لے جانے کی رائے دی مگر مولانا نے اس کو پسند نہیں فرمایا۔ ندوہ ہی میں ڈاکٹروں کی ٹیم علاج معالجے میں مصروف ہے۔ افاقہ بتدریج ہو رہا ہے، ان کی ذات ہندوستان ہی نہیں دنیائے اسلام کے لئے موجب تقویت ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائے اور ان کے قیمتی وجود کو تا دیر باقی رکھے۔ آمین!!

مقالات

قرآنی محاورات اور استعارات

از حافظ منیر احمد خاں ※

"قرآن مجید ایک بحر بیکراں ہے اس کے عجائب کبھی ختم نہ ہوں گے، اس کی خدمت اور اس میں غور و فکر کی نئی نئی راہیں اور صورتیں بھی برابر پیدا ہوتی رہیں گی۔ ذیل کے مضمون سے اس کا اندازہ ہوگا، ممکن ہے اس کے بعض نتائج سے کسی کو اتفاق نہ ہو تاہم قرآن مجید کے طلبہ اور اس میں غور و فکر کرنے والوں کو اس سے فائدہ ہوگا۔" (ض)

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو ۲ دو ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جن کا ازل سے ابد تک کوئی جواب نہیں یعنی ایک نعمت تو قرآن پاک ہے اور دوسری نعمت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ ان دونوں نعمتوں کے فضائل کا ذکر چودہ سو سال سے کیا جارہا ہے لیکن ہنوز بہت سے پہلو تشنۂ مطالعہ ہیں۔ آج یہاں قرآن پاک کے ۴۲۵ محاورات اور استعارات (سورۂ الحمد سے سورۃ الناس تک) پیش کیے جارہے ہیں لیکن ان پر اضافہ ہوسکتا ہے کیونکہ "کلمٰتُ رَبِّیْ" کی تحریر کی تکمیل کبھی بھی ممکن نہیں۔

الفاتحہ

(۱) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (۵) ہم کو سیدھا راستہ چلا۔

صراط مستقیم بکثرت زبانوں میں مستعمل ہے۔ فارسی میں ہے:

※ ۲- پرانی یونیورسٹی۔ حیدرآباد (سندھ)

ع راہ راست برو گرچہ دور است

البقرۃ

(۲و۳) خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ۔ (۷)
اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔

مہر کر دینا اور آنکھوں پر پردہ پڑ جانا مستعمل محاورے ہیں۔

(۴) وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ (۹)
اور وہ (حقیقت میں) فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو۔

جانوں کو فریب دینا یعنی خود فریبی میں مبتلا ہونے کا استعارہ ہے۔

(۵) فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ۔ (۱۰)
ان کے دلوں میں بیماری ہے۔

دلوں میں بیماری یعنی دلوں میں نفاق اور مسلمانوں سے حسد اور عناد کا استعارہ ہے۔

(۶) اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ (۱۵)
اللہ ان سے استہزا کرتا ہے۔

یعنی ان کی بے وقوفی کو ظاہر کرتا ہے (منافقین صرف زبانی اظہارِ اسلام سے خود کو مطمئن کر رہے تھے لیکن ان کے لئے یہ منافقت مُضر ثابت ہوئی۔ گویا ان کی بے وقوفی کا استہزا ہوا)

(۷) ... یَعْمَھُوْنَ (۱۵)
(اور حالت یہ ہو کر) وہ عقل کے اندھے ہیں۔

عمی آنکھوں کا اندھا اور عمہ عقل کا اندھا ہوتا ہے۔ اردو میں بھی عقل کا اندھا ہئے کا پھوٹا بولتے ہیں۔

(۸) اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا
یہ وہی ہیں جنھوں نے مول لی گمراہی،

الضَّلٰلَۃَ بِالْھُدٰی (۱۶)
ہدایت کے بدلے۔

سودا کرنا۔ ایک جنس کے بدلے دوسری جنس خریدنا (بھلائی کے بدلے برائی کو خریدنا بعد ہی میں ظاہر ہوتا ہے) گویا یہ خریدنا لے لینے اور پا لینے کا مترادف ہوا۔

(۹) منافقوں کی مثال بتانے کے بعد ارشاد ہے۔

صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ۔ (۱۸)
بہرے ہیں (جو سچی بات نہیں سنتے) گونگے ہیں (جو سچی بات نہیں کہتے) اندھے ہیں (جو سچی بات نہیں دیکھتے)

یہ تین استعارے ہیں جو منافقوں کی اصل حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں۔

(۱۰) یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَھُمْ فِیْٓ اٰذَانِھِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ (۱۹)
اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں مارے کڑک کے موت کے ڈر سے۔

سورہ نوح (۷) میں بھی کانوں میں انگلیاں ٹھونس لینے کا ذکر ہے۔ خوف کی وجہ سے کانوں میں انگلیاں دینا محاورہ ہے۔ اسیر لکھنوی کا شعر ہے:

ڈر گئے ہیں مرے نالوں سے مؤذن ایسے
انگلیاں کانوں میں ہنگامِ اذاں رکھتے ہیں

(۱۱) وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَذَھَبَ بِسَمْعِھِمْ وَاَبْصَارِھِمْ (۲۰)
اور اللہ چاہتا تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں لے جاتا۔

لے جانا۔ لے لینا، چھین لینے کے مترادف ہیں۔

(۱۲) اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ (۲۷)
جو لوگ اللہ کا عہد توڑ دیتے ہیں۔

عہد توڑنا۔ نقض عہد، عہد شکنی وغیرہ مستعمل ہیں۔

(۱۳) وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ
اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کے

اَنْ یُّوْصَلَ (۲۷) جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا۔

قطع کرنا، دور کرنا، دور ہونا، بے تعلق ہونا وغیرہ مستعمل ہیں ؎

قطع کیجیے نہ تعلق ہم سے کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی (غالب)

(۱۴) قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ (فرشتے) بولے کیا ایسے کو (نائب)
فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ (۳۰) کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے
اور خون ریزی کرے۔

یسفک، سفک مصدر سے ہے یعنی بہانا، گرانا۔ خون بہانا یعنی قتل وغارت کرنا۔
مختلف زبانوں میں مستعمل ہے۔

(۱۵) قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا پناہ خدا کی
مِنَ الْجٰهِلِیْنَ۔ (۶۷) کہ ہوں میں جاہلوں میں سے۔

جاہل، لاعلم کو بھی کہتے ہیں۔ جیسے جہالت سے متعلق سورۃ النساء (۱۷)، الانعام (۵۴)
النحل (۱۱۹) الحجرات (۶) میں ارشاد ہے:۔

(۱۶) ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ پھر تمہارے دل سخت ہوگئے، اس
ذٰلِكَ فَهِیَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ سب کے بعد۔ سو وہ ہوگئے جیسے
قَسْوَةً (۷۴) پتھر یا ان سے بھی سخت۔

اس طرح کی مزید آیتیں بھی ہیں دیکھئے المائدہ (۱۳) وغیرہ۔ سخت دل کو سنگ دل بھی
کہتے ہیں جو عام محاورہ ہے۔

(۱۷) وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ط (۸۸) اور (یہودی) کہتے ہیں ہمارے
دلوں پر غلاف ہے (یعنی محفوظ ہیں)

یہ عربی محاورہ ہے۔ ہماری زبانوں میں مستعمل نہیں۔

(۱۸) وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ اور پلائی گئی ان کے دلوں میں محبت
الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ (۹۳) بچھڑے کی بہ سبب ان کے کفر کے۔

اُشْرِبُوْا، اشراب مصدر سے ہے یعنی پلانا۔ خوب پیوست کرنا۔ اُتارنا۔ جذب کرنا۔
اردو میں سر میں تیل پلانا۔ سیسہ پلائی دیوار (بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ) وغیرہ مستعمل ہیں۔

(۱۹) بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ (۹۵) جن کو ان کے ہاتھوں نے پہلے سے
بھیجا ہے۔ یعنی ان کے ہاتھوں کے کئے
ہوئے کاموں کی وجہ سے۔

ان کے خود کردہ گناہ کے باعث۔ یہ محاورہ قرآن پاک میں کئی جگہ آیا ہے۔ اردو میں کسی کا
ہاتھ لگنا۔ کسی کا ہاتھ ہونا۔ کسی کے ہاتھوں ہونا مستعمل ہیں۔

(۲۰) نَبَذَ فَرِیْقٌ مِّنَ الَّذِیْنَ ان اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے
اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ اللہ کی کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا۔
ظُهُوْرِهِمْ (۱۰۱)

پیٹھ پیچھے ڈال دینا گویا بے اعتنائی برتنا۔ بے پروائی کرنا۔

(۲۱) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا اے ایمان والو، "راعنا" مت کہا کرو۔
رَاعِنَا (۱۰۴)

راعنا، مراعات سے ہے یعنی ہماری رعایت کر، ہمارا خیال رکھ۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں یہود بیٹھتے اور کسی بات کو دوبارہ معلوم کرنا چاہتے
تو راعنا کہتے۔ اس لفظ میں ذم کا پہلو بھی تھا۔ اس لیے اس کے استعمال سے صحابہ کرام رضوان اللہ

علیہم کو منع فرمایا گیا۔

(۲۲) وَقُولُوا انْظُرْنَا (۱۰۴) اور "انظرنا" کہہ دیا کرو۔

انظرنا یعنی ہم کو دیکھئے، ہم پر نظر رکھئے، نظر انداز نہ فرمایئے۔ ہمارا لحاظ رکھئے۔

اردو میں یہ سب محاورے مستعمل ہیں۔

(۲۳) فَاَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط (۱۱۵) پس جس طرف تم منھ کرو، وہیں متوجہ ہے اللہ۔

تَوْلِيَةٌ لغات اضداد میں سے ہے۔ منھ کرنے اور منھ پھیرنے (جیسے بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوا مُدْبِرِيْنَ) دونوں معنی میں آتا ہے۔ (یہاں منھ کرنے کے لیے ہے)

دنیا میں کون کون نہ یک بار ہوگیا
پر منھ نہ اس طرف کیا اس نے جو گیا (درد)

(۲۴) لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ (۱۳۴) ان کے لیے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لیے ہے جو تم کماؤ (ان کا ان کے لئے ہے اور تمہارا تمہارے لیے ہے)

جیسا کروگے ویسا بھروگے، جیسی کرنی ویسی بھرنی، مشہور ضرب الامثال ہیں۔

البقرہ ۱۳۹۔ سورۂ یونس ۴۱ میں بھی ہے اور یہی "لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ" (الشوریٰ۔ ۱۵) میں بھی ہے۔

(۲۵) صِبْغَةَ اللّٰهِ (۱۳۸) رنگ دیا تم کو اللہ نے۔

صِبْغَۃ مصدر ہے یعنی رنگ دینا۔ رنگ چڑھانا۔ حالت بدل دینا۔

گو اخوت صبغۃ اللّٰہی سے تھی رنگی ہوئی
پر ہوائے جاہ و ثروت نے اڑادی یک قلم (ریاض خیرآبادی)

(۲۶) مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ (۱۴۳) اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

(شاہ رفیع الدینؒ اس کا ترجمہ کرتے ہیں:۔ اس شخص سے جو پھر جاتا ہے اوپر دونوں ایڑیوں اپنی کے)

سورۂ آل عمران آیات ۱۴۴ و ۱۴۹ بھی ملاحظہ ہوں۔ اردو میں بولتے ہیں۔

(۲۷) قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ (۱۴۴) ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا آسمان کی طرف منھ کرنا۔

منھ کرنا، کسی طرف توجہ کرنا بھی اردو کا محاورہ ہے۔

(۲۸) فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ط (۱۴۸) پس دوڑو بھلائیوں کی طرف۔

دوڑنا، جد و جہد کرنا، کوشش کرنا کے مترادف ہے۔

(۲۹) وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ (۱۶۶) اور کٹ جائیں ان کے (سب) اسباب (علاقے۔ تعلقات)

؎ قطع رشتے ہوئے اخوت کے
بھائیوں کا بگڑ رہا ہے چلن (ظفر علی)

(۳۰) وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ (۱۶۸) اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو

تَتَّبِعُوا، اتباع مصدر سے ہے۔ خطوٰت جمع خطوۃ کی (دو قدموں کے درمیان کا فاصلہ) کسی کے نشاناتِ قدم پر چلنا، قدم بقدم چلنا بھی بولا جاتا ہے۔

(۳۱) وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا (۱۷۴) اور مول لیتے ہیں اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت۔

يَشْتَرُوْنَ، اشترا مصدر سے ہے۔ یعنی مول لینا، خریدنا۔ مطلب یہ ہے کہ محض دنیا کے قلیل نفع کی خاطر وہ لوگ دین میں تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں اور اس طرح دنیا کے فائدے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

(۳۲) اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ یہ لوگ نہیں کھاتے ہیں اپنے پیٹوں میں

اِلَّا النَّارَ (۱۷۴)
مگر آگ

آگ کھانا۔ آگ پھانکنا، حرام مال کھانے کے مترادف ہے۔ ذوق کا شعر ہے:

کسے یہ رند کہ او زہد فروش آگ نہ پھانک
مانگے گر بادۂ نو، زہد کہن کی قیمت

(۳۳) کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ (۱۷۸)
لکھا گیا اوپر تمہارے قصاص۔

آگے بھی کئی جگہ کتب آیا ہے۔ یعنی فرض کیا گیا۔ مقرر کیا گیا۔ اسی سے لکھا ہوا۔ قسمت کا لکھا ہوا بھی محاورہ ہوا۔

(۳۴) هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (۱۸۷)
وہ (عورتیں) تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

مرد اور عورت کے انتہائی اتحاد کو ایک دوسرے کا لباس کہا گیا ہے۔ گویا ایک دوسرے کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

(۳۵) وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (۱۹۵)
اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

ہاتھ کو ہلاکت میں ڈالنا گویا خطرہ مول لینا۔ اردو میں ایک محاورہ یہ بھی ہے کہ "ہاتھ پاؤں بچائیے، موذی کو ٹرخائیے"۔

(۳۶) وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ (۱۹۷)
اور زاد راہ لو، پس بے شک بہتر زاد راہ تقویٰ ہے۔

توشۂ آخرت کی فکر رہے
جی سے جانے کا ہے سفر نزدیک (رند)

یعنی آخرت کے سفر کے لیے توشہ۔ زادِ راہ۔ زادِ سفر بولتے ہیں۔

(۳۷) لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا
تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل

فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ (۱۹۸)
(مالی فائدہ) تلاش کرو۔

آج کل مالی فائدہ بلکہ غیر احتیاط کے فائدے کو "فضل ربی" کہنے لگے ہیں (افسوس!)

(۳۸) وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ (۲۰۷)
اور بعض لوگوں میں سے وہ شخص ہے جو اپنی جان کو اللہ کی مرضی کے عوض بیچ دیتا ہے۔

یشری۔ شراء مصدر سے ہے یعنی خریدنا یا بیچنا۔ یہاں اللہ کی مرضی کے لئے اپنی جان کے آرام اور نفع و نقصان کو بھلا دینا۔ بک جانا۔ غلام ہو جانا۔

بک جاتے ہیں ہم آپ متاعِ ہنر کے ساتھ
لیکن عیارِ طبع خریدار دیکھ کر (غالب)

(۳۹) هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ (۲۱۰)
یہ (کج راہ) لوگ اس امر کے منتظر ہیں کہ اللہ بادلوں کا چھتر لگائے فرشتوں کو ساتھ لیے ان کے سامنے آموجود ہو اور جو کچھ ہونا ہے وہ ہو چکے۔

یہاں ینظرون بمعنی انتظار آیا ہے۔ حالانکہ عذاب یا تکلیف کا کوئی شخص انتظار نہیں کرتا۔ اردو میں بھی بولتے ہیں کہ فلاں شریر لڑکا مار کھانے کے انتظار (فکر) میں ہے۔

(۴۰) نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ (۲۲۳)
اور تمہاری بیبیاں تمہارے لئے (بمنزلہ) کھیتی ہیں۔

یعنی جس جگہ بیج کو بوے تو اُگے (اولاد پیدا ہو)۔ حرث بہت با معنی استعارہ ہے۔

(۴۱) وَلَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِّأَيْمَانِكُمْ (۲۲۴)
اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

عُرضہ کے معنی نشانہ جو تیروں کی ضربوں سے داغ دار ہوجاتا ہے۔ الزام کا نشانہ بنانا اردو میں بھی مستعمل استعارہ ہے۔

جو دین کہ گودی میں پلا تھا حکما کی | وہ عرضۂ تیغ جہلا و سفہا ہے (حالیؔ)

(۴۲) وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ (۲۲۵) | لیکن (اللہ تعالیٰ) پکڑتا ہے اس کام پر، جو کرتے ہیں دل تمہارے۔

دل سے کرنا۔ دل سے کام لینا۔ وغیرہ کئی محاورے ہیں۔

(۴۳) اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ (۲۳۷) | یا معاف کرے وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہونا نکاح کا پورا پورا اختیار ہونا مراد ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر نکاح کے وقت مہر مقرر ہونے پر مرد نے عورت کو بغیر چھوے ہوئے طلاق دے دی تو وہ آدھا مہر ادا کرے۔ لیکن عورت وہ بھی معاف کرسکتی ہے یا دوسری صورت یہ ہے کہ مرد چاہے تو عورت کو نفع رسانی کے خیال سے پورا مہر ادا کردے تو یہ صورت بھی جائز ہے۔ اوپر کی آیت میں یہی صورت مذکور ہے۔

عقد بمعنی گرہ (یعنی اختیار) اردو میں بھی رائج ہے۔ فارسی میں اربابِ حل و عقد بولتے ہیں۔

(۴۴) وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (۲۴۵) | اور اللہ تنگ کرتا ہے اور کشادہ کرتا ہے (رزق) اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤگے۔

تنگی ترشی اور فراخی فارغ البالی مستعمل ہیں۔

خدا جانے ظفر ملکِ عدم کے رہنے والوں کی | فراخی سے گزرتی ہے کہ تنگی سے گزرتی ہے

(۴۵) وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (۲۵۶) | اور جو ایمان لائے اللہ پر۔ پس اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا۔

عُروہ، حلقہ، کڑا، مضبوطی سے پکڑنا کے مترادف ہے۔ حلقہ بگوش۔ حلقہ بپشت۔ حلقہ در گوش۔ وغیرہ بہت سے محاورے ہیں۔

(۴۶) قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ (۲۵۹) | کہا کہ میں رہا ایک دن یا کچھ کم ایک آدھ دن

حضرت عُزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سو سال کے لئے سُلا دیا تھا، پھر بیدار کیا تو پوچھا کہ آپ کس قدر ٹھہرے؟ عرض کیا کہ ایک دن یا کچھ حصہ دن کا یعنی بہت قلیل وقت۔

ایک دن۔ ایک آدھ دن محاورے ہیں۔

(۴۷) فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ (۲۶۱) | ہر بال میں سو سو دانے۔

سو سو کثیر تعداد کے لئے بولا جاتا ہے۔ اکثر زبانوں میں رائج ہے۔

(۴۸) فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا (۲۶۴) | (خیرات کو احسان جتا کر یا ایذا دے کر باطل کرنے والے کی مثال) اس کی سی ہے جس پر مٹی لگی ہو۔ پس جب اس پر پانی پڑے تو اس کو صاف کردے۔

پانی پڑنا۔ پانی پھیرنا وغیرہ محاورے مستعمل ہیں۔

(۴۹) وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ | اور ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور اپنی جانوں کو

وَتَثْبِيتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ (۲۶۵) ثابت کرنے کے لئے اپنا مال خرچ کرتے
ہیں اس باغ کی سی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ (آگے
فرمایا) جو ایک بلندی پر لگا ہو کہ اگر اس پر
بارش ہوجائے تو پیداوار دگنی دے
اور اگر بارش نہ ہو تو بھی اس کو شبنم
کافی ہے (یہاں مومن کے صدقات کو
ایک ہرے بھرے باغ سے تشبیہ دی ہے)

جنت اس باغ کو بھی کہتے ہیں جس کے درخت زمین کو ڈھانپ لیں۔ جنت نگاہ بھی اسی سے
محاورہ بن گیا ہے۔

لطف خرام ساقی و ذوق صدائے چنگ یہ جنت نگاہ وہ فردوسِ گوش ہے (غالب)

(۵۰) لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا واسطے اس کے ہے جو کمایا اس نے
اكْتَسَبَتْ ۵ (۲۸۶) اور اوپر اس کے ہے جو کمایا اس نے
(اسی کو ملتا ہے جو اس نے کمایا اور
اسی پر پڑتا ہے جو اس نے کیا۔

اسی سے مالہ (اچھائی) اور ما علیہ (خامی) محاورے بن گئے ہیں۔

سورہ آل عمران

(۵۱) هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ (۷) وہ کتاب کی اصل ہیں۔

ام بمعنی ماں۔ لفظ ام کا اطلاق اسی چیز پر ہوتا ہے جو جامع حیثیت رکھتی ہو۔ مقدم
اور نمایاں ہو۔ ام الکتب، ام القریٰ، ام الامراض وغیرہ بہت سے الفاظ ہیں۔

(۵۲) فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ (۷) ان کے دلوں میں کجی ہے۔

یعنی جو دل صحیح سوچ نہیں رکھتے۔ کج بہت سے الفاظ میں سابقہ بنایا جاتا ہے۔

(۵۳) وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ (۷) اور دین میں مضبوط علم والے۔

جو وحیِ الٰہی کے بارے میں پختہ عقیدہ رکھتے ہوں۔ یہی معنی مقصود ہیں ورنہ لغت میں
اور معانی بھی ہیں۔

(۵۴) وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ (۵۴) اور مکر کیا انہوں نے اور مکر کیا اللہ نے۔

بعض مفسرین نے مکر کے معنی ترکیب یا ہوشیاری کے بھی لکھے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ
کی ذات ہر عیب سے منزہ ہے۔ دراصل یہ ایک محاورہ ہے جو اردو میں بھی آتا ہے کہ جیسے کو
تیسا۔ یوں بھی بولتے ہیں کہ مان جاؤ ورنہ مجھ جیسا برا کوئی نہ ہوگا۔

(۵۵) وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ اور بعض ان میں وہ ہے کہ اگر امانت
بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دے تو اس کو ایک دینار نہ ادا کرے
دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا (۷۵) اس کو تیری طرف۔ مگر جب تک کہ
تو اس پر کھڑا رہے۔

یہاں نادہندہ شخص کا ذکر ہے کہ جو امانت بھی اس وقت تک واپس نہیں کرتا جب تک
کہ اس کے سر پر کوئی سوار نہ رہے اور مسلسل تقاضے نہ کرے۔

اردو میں بھی سر پر سوار رہنا۔ سر پر کھڑا رہنا۔ بولتے ہیں۔

(۵۶) قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ وہ کہتے ہیں کہ (عرب کے) جاہلوں (کا
سَبِيْلٌ (۷۵) حق مار لینے) میں ہم سے باز پرس نہیں۔

(سبیل کے معنی گناہ، الزام، باز پرس ہوتے ہیں) یہ محاورہ ہماری زبانوں میں نہیں ہے۔

عربی محاورہ ہے۔

(۵۷) وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ وَلَا اور اللہ تعالیٰ ان سے بات نہیں کرے گا

یَنظُرُ اِلَیھِم یَومَ القِیٰمَۃِ (۷۷) اور نہ ان کی طرف دیکھے گا۔ قیامت کے دن۔

بات نہ کرنا اور ان کی طرف نہ دیکھنا۔ خفگی کے اظہار کے لئے محاورے ہیں۔

(۵۸) وَاِنَّ منھم لفریقًا یَّلوٗنَ اور انہی (اہل کتاب) میں ایک فرقہ

اَلسِنَتَھم بالکتٰب لِتَحسَبُوہُ ہے جو کتاب (تورات) پڑھتے وقت

مِنَ الکتٰبِ وَمَا ھُوَ مِنَ الکتٰبِ (۷۸) اپنی زبان کو موڑتے ہیں تاکہ تم جانو

کہ وہ کتاب میں ہے اور وہ کتاب میں

نہیں ہے۔

زبان کو موڑنا، مروڑنا اور اس طرح پھرانا کہ وہ اصل کی طرح معلوم ہو، فریب کاری کے لیے نقل کو اصل ظاہر کرنے کا طریقہ تھا۔ المخادعۃ کا محاورۃ۔

(۵۹) وَاعتَصِمُوا بِحَبلِ اللّٰہِ اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب

جَمِیعًا (۱۰۳) مل کر۔

مشہور محاورہ ہے۔

(۶۰) وَکُنتُم عَلٰی شَفَا حُفرَۃٍ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر

مِنَ النَّارِ فَاَنقَذَکُم مِنھَا (۱۰۳) تھے۔ پس چھڑایا تم کو اس سے۔

یعنی تم عین خطرے میں تھے اور نارِ دوزخ کا لقمہ بن جانے والے تھے۔ قعرِ مذلت۔ گڑھے میں گر جانا۔ گڑھے میں پڑ جانا وغیرہ محاورے ہیں۔

(۶۱) یَومَ تَبیَضُّ وُجُوہٌ وَّ اس دن کہ سفید ہوں گے کتنے چہرے

تَسوَدُّ وُجُوہٌ ج (۱۰۶) اور سیاہ ہوں گے کتنے چہرے۔

سفید رو (سرخ رو) سیاہ رو۔ روسیاہ۔ سیاہ قلب، سیاہ کار محاورے ہیں۔

ہے سیہ کار ظفر اس کے سیہ نامے کو کہ سفید آب سے رحمت کے خدایا دھو کے

(۶۲) وَاِن یُّقَاتِلُوکُم یُوَلُّوکُمُ اور اگر تم سے لڑیں گے تو تم کو پیٹھ

الاَدبَارَ (۱۱۱) دیں گے۔

المائدہ (۲۱) اور الاحزاب (۱۵) وغیرہ بھی دیکھئے، پیٹھ دینا، پیٹھ دکھانا (بھاگ جانا) محاورے ہیں۔ پس خم گرفتن۔ پس گردانیدن۔

(۶۳) ضُرِبَت عَلَیھِمُ الذِّلَّۃُ ان پر ذلت ماری گئی... اور ان پر

... وَضُرِبَت عَلَیھِمُ المَسکَنَۃُ ط (۱۱۲) فقیری ماری گئی۔

مارنا۔ مار رکھنا وغیرہ محاورے ہیں۔

(۶۴) من اھل الکتٰب قَآئِمَۃٌ (۱۱۳) اہل کتاب میں سے ایک جماعت (وہ بھی ہے جو) قائم ہے۔

صرف قائم۔ برقرار۔ پائدار۔ اپنی جگہ پہ ٹھہری ہوئی کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔

(۶۵) وَاِذَا خَلَوا عَضُّوا عَلَیکُمُ اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر مارے

الاَنَامِلَ مِنَ الغَیظِ ط (۱۱۹) غصے کے انگلیوں کی پوریں کاٹتے ہیں۔

انامل، انملہ کی جمع ہے۔ یعنی انگلی کی پور۔ اردو میں یہ محاورہ کچھ مختلف ہے۔ غصے میں بوٹیاں کاٹنا اور اپنا جسم دانتوں سے کاٹ کھانا۔ ہونٹ کاٹنا۔ استعمال ہوتا ہے۔

کاٹتے ہیں ہونٹوں کو غصے میں کب گھولتے ہیں تند وہ گفتار میں (قدر)

اور غمِ فراق میں بھی:۔

ہم اس طرح ہیں ہجر کی راتوں کو کاٹتے سینہ ہے اپنا کوٹتے، ہاتھوں کو کاٹتے (ظفر)

(۶۶) وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (۱۴۰) — اور یہ دن ہم باری باری سے لوگوں میں پھیرتے ہیں۔

نداول مداولۃ مصدر سے ہے۔ یعنی دن پھیرنا، حالات بدلنا۔

شاہ کی ہے غسل صحت کی خبر — دیکھیے کب دن پھریں حمام کے (غالب)

(۶۷) فَمَا وَهَنُوا لِمَا اَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (۱۴۶) — پس نہ کمزور ہوئے کچھ تکلیف پہنچے سے اللہ کی راہ میں۔

یعنی انہوں نے ہمت نہیں ہاری۔ حوصلے پست نہیں ہوئے۔

(۶۸) وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ (۱۵۹) — اور اگر آپ تند خو سخت دل ہوتے

فظ دراصل اوجھ کے پانی کو کہتے ہیں جس سے سب کو گھن آتی ہے، اس لیے فظ مجازاً بداخلاق آدمی کو کہتے ہیں۔ یعنی تند خو۔ غلیظ القلب بھی اسی کا مترادف ہے یعنی سخت دل۔ بے رحم۔

(۶۹) سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (۱۸۰) — وہ لوگ طوق پہنا دیے جائیں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔

گلے کا طوق۔ عذاب اور تکلیف میں مبتلا ہو جانا۔

PILLORY FOR THE CRIMINALS

(۷۰) فنبذوه وراء ظهورهم (۱۸۷) — پس پھینک دیا انہوں نے (وہ عہد) اپنی پیٹھ کے پیچھے۔

پیٹھ کے پیچھے پھینک دینا۔ پس پشت ڈال دینا۔ بھلا دینا۔ مستعمل ہیں۔

النّسآء

(۷۱) ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا (۳) — یہ بہت قریب ہے اس سے کہ نہ جھک پڑو (نہ بے انصافی کرو)

تم ناانصافی نہ کرو۔ نہ جھکو۔ کسی کی طرف جھک جانا اور انصاف کو چھوڑ دینا۔

(۷۲) وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ (۲۳) — اور تمہاری وہ اولادیں جو تمہاری گودوں میں ہیں (یعنی تمہاری پرورش میں ہیں۔)

حجور، حجر کی جمع۔ گود۔ آغوش۔

(۷۳) اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (۲۴) — مگر وہ (کافر عورتیں) جن کے مالک ہو جائیں تمہارے داہنے ہاتھ۔

یعنی وہ عورتیں جو اسیر ہو کر لونڈیوں کے طور پر) تمہارے قبضے میں آجائیں۔ ہاتھ آجانا - (بدست آمدن) بولتے ہیں (داہنا ہاتھ، بایاں ہاتھ اس محاورے میں نہیں ہے)

(۷۴) وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ (۳۶) — (اچھا معاملہ کرو ساتھ) پاس بیٹھنے والے کے۔

اسی سے جنبہ داری (طرف داری) جنبہ کرنا محاورے بنے۔

(۷۵) لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ (۴۲) — کاش برابر کی جائے اس کے زمین (کاش وہ زمین میں سما جائیں)

زمین پھٹے اور سما جاؤں۔ زمین کا پیوند ہونا۔ محاورے ہیں۔

(۷۶) مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا (۴۷) — قبل اس کے کہ ہم مٹا ڈالیں چہروں کو۔

یعنی بے نشان کر دیں۔ ملیامیٹ کر دیں۔ بے نام و نشان کرنے کے لیے محاورہ ہے۔

(۷۷) فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا (۵۳) — پس اس وقت نہ دیں گے لوگوں کو کھجور کی گھٹلی کے شگاف کے برابر

یعنی ان کو حقیر سے حقیر چیز بھی نہیں دیں گے۔ حقیر سے حقیر چیز کے لئے بہت لطیف استعارہ ہے۔

(۷۸) وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ (۹۱)　　اور نہ بند کریں اپنے ہاتھوں کو
(نہ روکیں اپنے ہاتھوں کو)

ہاتھ روکنا، کسی کام سے باز رہنے کے لیے محاورہ ہے

(۷۹) فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً　　پس تم پر یکبارگی جھک جائیں (یعنی
وَّاحِدَةً (۱۰۲)　　حملہ آور ہوں۔ ایک دم ٹوٹ پڑیں)

لوگ کہتے ہیں کیا، سنو تو سہی　　جھک پڑا اک جہان دشمن پر (داغ)

(۸۰) بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ　　منافقین کو بشارت (خوشخبری) دیجئے
عَذَابًا اَلِيْمًا۔ (۱۳۸)　　کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

یہ طنزیہ انداز بیان ہے۔

دشمن کے وہ کہنے سے جلال آتے ہیں تو کیا　　کیا رنگ دیا ہے تری اس خوشخبری نے
(جلال لکھنوی)

(۸۱) فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا (۱۴۳)　　پس تو ہرگز نہ پائے گا اس کے لیے راہ

راہ پانا۔ راہ ڈھونڈنا۔ رستہ نکالنا وغیرہ محاورے ہیں۔

(۸۲) وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا　　اور (کافر) چاہتے ہیں کہ بین بین
بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔ (۱۵۰)　　ایک راہ پکڑ لیں۔

راہ پکڑنا۔ راہ نکالنا بھی (اوپر کے محاورے کی طرح) محاورہ ہے۔

(۸۳) وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (۱۶۷)　　اور (کافر) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔

(اوپر کے محاوروں کے برخلاف) راہ سے روکنا بھی محاورہ ہے۔ یہاں صحیح راستے پر جانے سے روکنے کے لیے کہا گیا ہے۔

المآئدہ

(۸۴) اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا　　جب ایک قوم (قریش) اس فکر میں تھی
اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ　　کہ تم پر دست درازی کریں تو اللہ نے
عَنْكُمْ (۱۰)　　ان کے ہاتھوں کو روک دیا تم سے۔

آگے آیت ۲۸ میں بھی دست درازی کا ذکر آتا ہے۔ ہاتھ بڑھانا، ہاتھ لمبے کرنا کے لیے دست درازی صحیح محاورہ ہے اور ہاتھ کو روکنا اس کی ضد ہے۔

(۸۵) وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً (۱۳)　　اور ہم نے بنا دیا ان کے دلوں کو سخت

الانعام (۴۳) بھی دیکھیں۔ قسیّ القلب (سخت دل) عام محاورہ ہے۔

(۸۶) وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ (۲۱)　　اور مت پلٹو اپنی پیٹھوں پر۔

یعنی پیچھے واپس مت چلو۔ پیٹھ مت پھیرو۔ عام محاورے ہیں۔

(۸۷) نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآىِٕرَةٌ (۵۲)　　ڈرتے ہیں ہم اس سے کہ پہنچ جائے
ہم کو (زمانے کی) گردش

التوبہ (۹۸) بھی ملاحظہ ہو۔ اردو میں بھی گردش۔ چکر بولتے ہیں۔

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں　　ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا (غالب)

مرنے کی بھی فرصت نہیں اے گردش ایام　　آسودہ ہوں کیونکر ترے چکر سے نکل کر (داغ)

(۸۸) وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ　　اور کہا یہود نے کہ اللہ کا ہاتھ بند ہے۔
مَغْلُوْلَةٌ (۶۴)

سورۂ بنی اسرائیل (۳۰) دیکھیں ہاتھ بند ہونا، تنگ خرچ ہونا۔ بخل کرنا کا مترادف ہے۔

یہود کے اس کلمۂ کفر کا جواب اسی آیت میں ہے۔ ہاتھ بند ہونا، تنگ دستی کے لئے عام محاورہ ہے۔

تنگ دستی اگر نہ ہو سالک — تندرستی ہزار نعمت ہے

(۸۹) کُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ — جس وقت وہ (کفار) لڑائی کے لئے

اَطْفَاَهَا اللّٰهُ (۶۴) — آگ جلاتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتا ہے

یعنی کفار لڑائی کے اسباب پیدا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کی کوشش پر پانی پھیر دیتا ہے۔

آگ لگانا (فتنے کے اسباب پیدا کرنا) مشہور محاورہ ہے۔

متصل روتے ہی رہیے تو بجھے آتشِ شوق — ایک دو آنسو تو اور آگ لگا جاتے ہیں (میر)

(۹۰) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ — اے ایمان والو، تم صرف اپنی فکر کرو۔

اَنْفُسَكُمْ (۱۰۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے اپنے حج سے واپسی پر بیعت کی تھی۔ ان کے نام پہلے مکتوب میں اس آیت سے متعلق شیخ نے تشریح کی ہے کہ جب ہر شخص کو اپنی رائے میں گم دیکھو تو "اس وقت صرف اپنی فکر کرو"۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے فلسفۂ خودی کو اسی آیت سے ماخوذ کہا ہے (دیکھیں وحید الدین کی روزگارِ فقیر۔ حصہ اول) صرف اپنی فکر کرنا، اپنی ذات پر غور کرنا کے مترادف ہے۔

واعظ نہ ہو معارضِ نیک و بدِ جہاں سے — جو ہو سکے تو غافل اپنا ہی فکر کر کچھ (میر)

الانعام

(۹۱) اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ — جن لوگوں نے اپنی جانوں کو نقصان

فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (۱۲) — میں ڈال دیا (اپنی ذات پر غور نہیں کیا) وہی ایمان نہیں لاتے۔

اپنی ذات کا خسارہ یہی ہے کہ ایمان نہیں لاتے۔ صحیح استعارہ ہے۔

(۹۲) وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ — اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے

اَكِنَّةً (۲۵) — ڈال رکھے ہیں۔

دلوں پر پردے گویا غفلت اور بے عقلی مسلط ہے۔ اردو میں بھی بولتے ہیں:۔

نہ سمجھا میں، کیا تجھ سے بت عیارہ سے خلطہ — خدا ہی جانے کیا غفلت کا پردہ پڑ گیا دل پر (خلیل لکھنوی)

اسی آیت میں ہے:۔

وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا — اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے،

وَقْر کا لفظ بہت سی آیتوں میں آیا ہے۔

(۹۳) فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ — پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی۔

ظَلَمُوْا (۴۵)

جڑ کٹ جانا، استیصال، مشہور استعارہ ہے۔

(۹۴) وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا — اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے

فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (۵۹) — مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔

رطب و یابس یعنی تر اور خشک، اچھا برا، دن رات وغیرہ کے محاورے ہیں (فارسی میں بھی)

(۹۵) وَلِتَصْغٰٓی اِلَیْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِیْنَ — اور تاکہ جھکیں اس کی طرف دل ان

لَا یُؤْمِنُوْنَ (۱۱۳) — لوگوں کے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔

دل جھکنا۔ مائل ہونا، رغبت کرنا مترادف ہیں۔ فارسی میں رو دادن۔

(۹۶) فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ — پس جس کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت

یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِدْ — کرے تو کھول دیتا ہے اس کا سینہ

اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ — واسطے قبول کرنے اسلام کے اور جس کو

ضَيِّقًا حَرَجًا (۱۲۵) — چاہتا ہے کہ گمراہ کرے تو کر دیتا ہے

اس کا سینہ تنگ بہت تنگ ۔

مزید سورۃ الاعراف (۲)۔ دل کی تنگی ۔ دل کی کشادگی، دل کشائی، دل کھلنا محاورے ہیں ۔

گیا ہے وہ سو دل کھلتا نہیں ہے — پڑا ہے ایک مدت سے یہ گھر بند (میر)

دل ملک انگریزیں جینے سے تنگ ہے — رہنا بدن میں روح کو قید فرنگ ہے (ناسخ)

(۹۷) حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا (۱۴۸) — یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا (دیا ہوا)

عذاب چکھ لیا ۔

چکھنا، ذائقہ لینا جیسے کل نفس ذائقۃ الموت عام محاورہ ہے ۔

الاعراف

(۹۸) قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ — اس (شیطان) نے کہا کہ پس قسم اس کی

لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ (۱۶) — کہ گمراہ کیا تو نے مجھ کو میں ان (مومنین)

کی سیدھی راہ میں ضرور بیٹھوں گا ۔

راستے میں بیٹھنا، راستہ روکنا، مزاحمت کرنا محاورے ہیں ۔

(۹۹) لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ — ان کے لیے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا

فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ (۴۱) — اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا ۔

اسی سے اوڑھنا بچھونا ایک مستقل محاورہ بن گیا ۔ یعنی مستقل تعلق ۔ حالی نے نعت میں کہا ہے :-

قال ترا اور حال نشہ وحدت میں چور — اوڑھنا تیرا خدا، اور بچھونا خدا

(۱۰۰) فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ — پس تم منتظر رہو، میں بھی تمہارے ساتھ

مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (۷۱) — انتظار کرتا ہوں ۔

سورہ یونس (۲۰) دیکھیں ۔ ٹھہر جاؤ، دیکھو کیا ہوتا ہے (مخاطب کو ہونے والے اندیشے کی طرف متوجہ کرنا)۔ یہ بھی ایک محاورہ ہے ۔

(۱۰۱) وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (۱۰۰) — اور ہم ان کے دلوں پر بند (مہر)

لگائے ہوئے ہیں ۔

ختم اور طبع مترادف ہیں ۔ ختم (البقرہ - ۷) پہلے آچکا ہے اور طبع کے مختلف صیغے قرآن پاک میں کئی مقامات پر آئے ہیں ۔

(۱۰۲) وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ (۱۴۹) — اور جب وہ بہت پچھتائے (مرادی معنی)

انتہائی افسوس اور حسرت کے وقت ہاتھوں کو کاٹنا کہ دانتوں کے نشان پڑ جائیں ۔ یعنی بہت زیادہ پچھتانا ۔ اردو لغت میں بھی نہایت افسوس (یا غصے) کے وقت ہاتھ کاٹنا آیا ہے ۔

(۱۰۳) وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ — اور (موسیٰ علیہ السلام) اپنے بھائی کے

يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ (۱۵۰) — سر (کے بال) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے ۔

یہ غصے کی علامت ہے ۔ (سورہ طٰہٰ آیت ۹۴ میں داڑھی اور سر کے پکڑنے کا ذکر ہے)

(۱۰۴) فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ — پس مت ہنسا مجھ پر دشمنوں کو ۔

شماتا یا شماتۃ مصدر سے تشمت ہے ۔ یعنی کسی کی مصیبت پر خوش ہونا ۔

ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی سختی پر احتجاج کرتے ہوئے ایسا کہا تھا ۔

اردو میں بھی یہ محاورہ استعمال ہوتا ہے ۔

ہم کو گر تو نے رلایا تو رلایا اے چرخ — ہم پہ غیروں کو تو ظالم نہ ہنسانا ہرگز (حالی)

(۱۰۵) وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ — اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق

وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ (۱۵۷) تھے ان کو دور کرتے ہیں۔

طوق (گلے کا پھندا) مصیبت کو کہتے ہیں۔ سورۃ الرعد (۵) دیکھیے اور کافروں کے لیے سورہ سبا ۳۳ دیکھیں۔

(۱۰۶) وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتٰبِ (۱۷۰) اور وہ جو کتاب کو مضبوط پکڑتے ہیں۔

یعنی جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے پکڑ کر اس پر عمل کرتے ہیں۔ سخت پابندی کے لیے استعارہ ہے۔

الانفال

(۱۰۷) کَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَی الْمَوْتِ (۶) گویا وہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں

یعنی سخت مصیبت میں مبتلا ہیں۔ یہاں بد دین لوگوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حق کے بارے میں اس طرح جھگڑتے ہیں کہ گویا انہیں کوئی موت کے منہ میں ڈھکیل رہا ہے۔

(۱۰۸) ولیربط علیٰ قلوبکم اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے

ویثبت بہ الاقدام (۱۱) اور تمہارے پاؤں جما دے۔

دلوں کو مضبوط کرنا (ڈھارس بندھانا) اور قدم جما دینا، محاورے ہیں۔ فارسی میں پشت گرمی (تقویت) مستعمل ہے۔

(۱۰۹) فاضربوا فوق الاعناق پس تم گردنوں پر مارو اور ان کے

واضربوا منھم کل بنان (۱۲) پور پور کو مارو۔

یعنی سختی سے ان کو مارو اور ذلیل کرو۔

(۱۱۰) تَخَافُوْنَ اَنْ یَّتَخَطَّفَکُمُ النَّاسُ (۲۶) تم ڈرتے تھے کہ لوگ تم کو اچک نہ لیں

یتخطفکم خطف مصدر سے ہے یعنی کسی چیز کو اچک لینا، جھپٹ لینا۔

اُچکا نہیں ہے وہ غمزہ ترا مرے دل کو کیونکر اچک لے گیا (مسرور)

(۱۱۱) وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ (۴۶) اور تمہاری ہوا جاتی رہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھا رہا ہے کہ تمہاری خیر اسی میں ہے کہ تم سب کے سب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں آجاؤ اور آپس کے جھگڑے یکسر ختم کردو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا بھرم جاتا رہے گا۔ اردو میں بھی بولتے ہیں:

لب پر ہے صدا آزادی کی اور دل میں ہے شوق غلامی کا ؛ اکھڑی تھی ہوا انگریزوں کی ان دونوں نے مل کر باندھی ہے

(۱۱۲) وان جنحوا للسلم فاجنح لھا (۶۱) اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اس طرف جھکو۔

یعنی اگر کفار صلح کی طرف جھکیں (مائل ہوں) تو آپ بھی اس طرف مائل ہو جائیں۔ (جھکنا، مائل ہونا، راغب ہونا) اردو میں بھی مستعمل ہے۔ (باقی)

عیون الانبا فی طبقات الاطبا

از ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی۔ اسلام آباد

(۳)

اغلاط و تسامحات

عیون الانبا فی طبقات الاطبار کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مولف کتاب ابن ابی اصیبعہ نے اپنے ماخذ و مصادر کا بالاستیعاب حوالہ دیا ہے۔ مولف یونانی عہد کے مصنفین سے لے کر اپنے عہد کے اطبار اور تذکرہ نگاروں کی تالیفات سے استفادہ کرتے ہوئے پوری صحت اور دیانت داری سے اپنا ماخذ بتاتا ہے۔ اگرچہ ماخذ کے بارے میں ہر جگہ اس کا نقطۂ نظر تنقیدی نہیں ہے بلکہ اس نے کئی روایات کے قبول میں تساہل سے کام لیا ہے۔ تاہم بعض مقامات پر با حوالہ روایت بیان کرنے کے باوجود اس نے مورخانہ نقد بھی کی ہے[۱]۔

عیون الانبار کے تنقیدی مطالعے سے اس کتاب کے متعدد مندرجات درست نہیں معلوم ہوتے۔ ذیل میں ہم نے ان پر دیگر مراجع کی روشنی میں بحث کر کے ابن ابی اصیبعہ کی اغلاط کی نشاندہی کی ہے۔ اس کا مقصد یہ دکھانا نہیں ہے کہ کتاب پایۂ اعتبار سے ساقط ہے ممکن ہے یہ اغلاط بعض ماخذ پر اعتماد کرنے کے باعث ہوئے ہوں یا کہیں کہیں نساخوں کی غلطیوں کا نتیجہ ہوں۔ اس نشاندہی سے آیندہ کتاب کا منقح نسخہ تیار کرنے میں مدد ملے گی۔

ہم کو اپنے مطالعہ کے دوران مندرجہ ذیل اندراجات محل نظر آئے۔

۱۔ ابن ابی اصیبعہ باب اول، کیفیۃ وجود صناعۃ الطب و اول حدوثہا کی القسم الثانی (صفحہ ۲۱) پر لکھتا ہے:

"وقال عبد اللہ بن زہر فی کتاب التیسیر"

حالانکہ کتاب التیسیر کے مولف کا نام عبد اللہ بن زہر نہیں بلکہ ابو مروان عبد الملک بن ابی العلاء زہر بن ابی مروان ہے، جیسا کہ خود ابن ابی اصیبعہ نے ابو مروان عبد الملک کے ترجمہ میں اس کی مذکورہ تالیف کا ذکر کیا ہے[۲]۔

۲۔ ابن ابی اصیبعہ نے عیون الانبار کے دوسرے باب میں تاریخ انسانی کے اولین اطبار کا ذکر کیا ہے جن میں سے اصلاً صرف دو اطبار اسقلبیوس اور ایلق کے حالات قلم بند کیے ہیں اور ہرامسۂ ثلاثہ (ہرمس نام کے تین افراد) کا ذکر بھی آیا ہے۔ ابن ابی اصیبعہ لکھتا ہے کہ قدیم فلاسفہ اور اطبار اس پر متفق ہیں کہ پہلا شخص جس نے علم طب پر تجربی انداز میں گفتگو کی اسقلبیوس (۵۳۵۰-۵۲۶۶ ق۔م[۳]) تھا، جو یونان کا رہنے والا تھا اور ہرمس اول کا شاگرد تھا[۴]۔

ابن ابی اصیبعہ نے (ص ۳۰) ابو سلیمان محمد بن طاہر بن بہرام السجستانی المنطقی (م بعد ۳۷۰ھ/۹۸۰ء) کی تعالیق حکمیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یونان کے اکثر حکمار مثلاً اقلیدس، افلاطون ارسطو اور بقراط اسقلبیوس کی نسل سے تھے لیکن ابن القفطی لکھتا ہے کہ جن علماء نے بقراط کو اسقلبیوس کی نسل سے قرار دیا ہے وہ غلطی پر ہیں اس لیے کہ جمہور کا اس امر پر اتفاق ہے کہ طوفان نوح کے بعد صرف حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام، حام اور یافث باقی رہ گئے تھے اور باقی نسل انسانی منقطع ہو گئی تھی۔ ان تفاصیل کی روشنی میں یونانی اطبار کو اسقلبیوس کی نسل سے قرار دینا درست نہیں[۵]۔

ابن ابی اصیبعہ نے جالینوس کے حوالے سے اسقلبیوس کی شکل و صورت، لباس، وضع

وقطع حتیٰ کہ اس کی خطمی کی خم دار اور ٹیڑھی میڑھی چھڑی کا بھی ذکر کیا اور مختلف حکمار واطبار کے حوالوں سے اس کی ہیئت کذائی پر اس انداز سے گفتگو کی ہے جیسے آرٹ کے کسی نادر نمونے کے مختلف زاویوں کی توجیہات کی جاتی ہیں۔ البتہ یہ امر محل نظر ہے کہ جس تصویر کو ابن ابی اصیبعہ نے (ص ۳۴-۳۶) اسقلبیوس کی تصویر قرار دے کر اس پر ساری بحث کی ہے کیا وہ واقعتاً اسی کی تصویر تھی جب کہ ابن القفطی کی رائے اس کے بارے میں یہ ہے کہ:

"... ہرمس کے رفع آسمانی کی خبر اسقلبیوس کو پہونچی تو اس کو بہت صدمہ ہوا کہ دنیا ہرمس کے علم وحکمت سے خالی ہوگئی۔ اس نے ایک معبد میں ہرمس کی ایک باوقار اور پرعظمت تصویر بنائی۔ ایک اور تصویر میں اسے آسمان کی طرف محو پرواز دکھایا گیا........ جب طوفان نوح کے بعد یونانیوں نے اس خطے پر قبضہ کیا، جہاں اسقلبیوس حکومت کرتا تھا اور ان لوگوں نے شاہی معبد میں دو تصویریں دیکھیں جن میں سے ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اور دوسری آسمان کی طرف جا رہی تھی تو انہوں نے ان کو اسقلبیوس کی تصاویر قرار دے دیا"

۳- کتاب کے ساتویں باب میں (صفحہ ۱۶۹) مولف لکھتا ہے:

"ولما کان یوم بدر والتقی فیہ المسلمون ومشرکو قریش کان المقدم علی المشرکین ابو سفیان"

جب کہ باتفاق مفسرین، محدثین، مورخین، ارباب مغازی وسیر مشرکین کے لشکر کا سردار ابوجہل تھا اور ابوسفیان غزوہ بدر میں شریک نہیں تھا۔

۴- ابن ابی اصیبعہ نے ابن ابی رمثہ التیمی کے حالات میں (ص ۱۷۰-۱۷۱) ابن جلجل کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ عہد نبوی کا طبیب تھا جراحت اور اعمال یدویہ سے مزاولت

رکھتا تھا۔ اس نے ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں کے درمیان خاتم نبوت دیکھ کر اس کا علاج کرنے کی پیش کش کی جس پر آپ نے فرمایا:

"انت رفیق والطبیب اللہ"

اس روایت کے ضمن میں جو اغلاط ابن جلجل نے کی ہیں وہی ابن ابی اصیبعہ کے ہاں بھی پائی جاتی ہیں روایت کی سند اور متن دونوں میں تصحیف وتحریف ہوئی ہے۔ ابن ابی اصیبعہ نے سند اس طرح بیان کی ہے:

"روی نعیم عن بن ابی عیینہ عن بن ابجر عن زیاد عن لقیط عن بن ابی رمثہ ...."

جب کہ اصل سند یوں ہے:

"حدثنا سفیان بن عیینہ عن عبد الملک بن ابجر عن ایاد بن لقیط عن ابی رمثہ"

گویا اصل سند میں ابن ابی عیینہ کے بجائے ابن عیینہ، زیاد عن لقیط کے بجائے ایاد بن لقیط اور ابن ابی رمثہ کے بجائے ابی رمثہ ہے۔

ابن ابی اصیبعہ نے اس حدیث کا متن یوں بیان کیا ہے:

"اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرأیت بین کتفیہ الخاتم فقلت....."

جب کہ اصل متن یوں ہے:

"اتیت مع ابی فرأی التی بظہرہ"

ایک روایت میں علی کتفہ مثل التفاحۃ۔

مسند احمد میں یہ روایت متعدد طرق سے آئی ہے اور کسی میں بھی الخاتم کے الفاظ نہیں ہیں۔[8]

۵۔ ابن ابی اصیبعہ نے عبد الملک بن ابجر الکنانی کے ترجمہ میں (ص ۱۷۱) اس کے بارے میں یہ عجیب انکشاف کیا ہے کہ وہ فتح اسکندریہ (۱۹ھ/۶۴۰ء) سے پہلے اسکندریہ میں طب کی تعلیم دیتا تھا۔ جب مسلمانوں نے اسکندریہ فتح کیا تو ابن ابجر حضرت عمر بن عبد العزیز کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا۔ جب آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے انطاکیہ اور حران میں طبی مدارس قائم کرائے ابن ابجر آپ کا طبی مشیر تھا۔ حافظ ابن حجر العسقلانی نے ابن ابجر کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

" عبد الملک بن سعید بن حیان بن ابجر الھمدانی ویقال
الکنانی الکوفی ... وکان من اطب الناس فکان لا یأخذ علیہ اجرا
..... وتوفی بعد سفیان الثوری المتوفی سنۃ ۱۶۱ھ"[9]

کتب تراجم اور اسماء الرجال میں یہ تصریح موجود ہے کہ وہ طب کا عالم تھا لیکن کوئی کتاب یہ نہیں بتاتی کہ وہ پہلے عیسائی تھا بعد میں مسلمان ہوا۔ نیز اس کے سلسلہ نسب میں مذکور تمام نام عربی ہیں اور ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ بنو ابجر، بنو کنانہ کی شاخ بنو فراس کی طرف منسوب ہیں جو اطبائے کوفہ میں سے تھے[10] ابن ابجر سے روایت کرنے والوں میں مشہور محدث اعمش (م ۱۴۸ھ/۷۶۵ء) اور سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ/۷۷۸ء) شامل ہیں۔

بظاہر ابن ابی اصیبعہ اور ابن حجر کے بیانات میں تطبیق آسان نہیں کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ابن ابجر ۱۹ھ سے قبل اسکندریہ میں استاد تھا اور اس نے اتنی طویل عمر پائی کہ ۱۶۱ھ کے بعد فوت ہوا۔ ماکس مایرہوف کا خیال ہے کہ ابن ابی اصیبعہ کو وہم ہوا ہے اور اس نے دو مختلف لیکن ہم نام شخصوں کے تراجم ملا دیے ہیں۔[11] لکلرک نے اسی خیال کو مزید مدلل کرتے ہوئے اس شخص کا نام ادفر بتایا ہے جو فتح اسلامی کے وقت اسکندریہ میں

تعلیم دیتا تھا اور لکھا ہے کہ یہی ادفر ہے جس کا تذکرہ ابن ابی اصیبعہ نے ابن ابجر کے نام سے کیا ہے۔[12]

۶۔ ابن ابی اصیبعہ نے الطبری کی اخبار الرسل والملوک کے حوالے سے دو روایات نقل کی ہیں:

پہلی روایت یہ ہے کہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب کو امیر معاویہ نے ان کی بیوی کے ذریعے زہر دلوا دیا تھا (صفحہ ۱۷۴) اور دوسری یہ کہ عباسی خلیفہ المعتضد باللہ کو اطباء نے بلطائف الحیل موت کے منہ میں ڈھکیل دیا (صفحہ ۳۱۲)

اخبار الرسل والملوک کے مطبوعہ نسخوں میں متعلقہ مقامات پر ان میں سے کوئی ایک روایت بھی نہیں ملی۔ ممکن ہے ابن ابی اصیبعہ کے زیر استعمال جو نسخہ تھا وہ موجودہ نسخہ سے مختلف رہا ہو۔

۷۔ ابن ابی اصیبعہ نے یوحنا ماسویہ کے حالات میں (ص ۲۴۶) ابن جلجل کے حوالے سے لکھا ہے:

" ہارون الرشید کو انقرہ اور عموریہ کی فتح کے دوران جو قدیم کتب ہاتھ لگی تھیں ان کے ترجمہ پر اس نے یوحنا بن ماسویہ کو مامور کیا، عہد ہارونی سے لے کر المتوکل کے دور تک وہ اس خدمت پر مامور رہا۔"[13]

صاعد الاندلسی، ابن القفطی اور ابن العبری نے بھی بلا حوالہ یہی بات نقل کی ہے۔[14] جو بعد میں بروکلمن اور ہیٹی کے ہاں بھی من و عن نقل ہوئی۔[15] لیکن ابن الندیم نے یوحنا کے تذکرہ میں ہارون الرشید کے دربار سے اس کی وابستگی یا اس کے لیے ترجمہ کرنے کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس نے لکھا ہے:

" یوحنا نے مامون، معتصم، واثق اور متوکل کی خدمت انجام دی۔"[16]

فواد سید جنھوں نے ابن جلجل کی طبقات الاطباء بمبسوط حواشی و تعلیقات کے ساتھ ایڈٹ کر کے شائع کی ہے، مذکورہ بالا بیان کو ابن جلجل کا وہم قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یوحنا

مامون کے عہد میں بغداد آیا، اس کی ہارون الرشید سے ملاقات نہیں ہوئی۔ مزید برآں انقرہ اور عموریہ ۲۲۳ھ/۸۳۸ء میں المعتصم کے عہد میں فتح ہوئے اس لیے یہ پورا بیان محل نظر ہے[۱۷]۔

۸۔ عہد بنو عباس کے نامور مترجم اور ایک معروف مدرسۂ ترجمہ کے بانی حنین بن اسحاق کے حالات میں ابن ابی اصیبعہ حنین کی نسبت العبادی کے ضبط و توضیح میں لکھتا ہے (ص ۲۵۰،

"العبادی بفتح العین تخفیف الباء، والعباد بالفتح قبائل شتی من بطون العرب اجتمعوا علی النصرانیۃ بالحیرۃ، والنسبۃ الیھم عبادی۔"

لیکن مولفین معاجم نے اسے العباد (بکسر العین) لکھا ہے۔ چنانچہ الجوہری اور الزبیدی لکھتے ہیں:

"قبائل شتی من بطون العرب اجتمعوا علی النصرانیۃ بالحیرۃ فانفوا ان یتسموا بالعبید وقالوا: نحن العباد"[۱۸]

فیروزآبادی نے مزید تصریح کرتے ہوئے لکھا ہے: العباد بالکسر والفتح غلط، قبائل شتی....[۱۹]

بس ابن ابی اصیبعہ نے اسے جس طرح ضبط کیا ہے وہ درست نہیں۔

ابن ابی اصیبعہ نے اپنے استاذ شہاب الدین عبدالحق الصقلی النحوی اور ابن جلجل کے حوالے سے لکھا ہے کہ حنین نے فارس کا سفر کیا جہاں خلیل بن احمد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور عربی زبان میں مہارت حاصل کی اور کتاب العین بغداد لایا (ص ۲۶۲) نیز ابن القفطی صاعد اور ابن العبری نے بھی یہی بات نقل کی[۲۰] اور غالباً سب کا ماخذ ابن جلجل ہے۔ القفطی اور العبری کو یہ احساس ہوا کہ خلیل بن احمد فارس میں نہیں تھا بلکہ بصرہ میں تھا چنانچہ انہوں نے حنین کے

بارے میں "دخل البصرۃ" کے الفاظ کا اضافہ کرکے خلیل بن احمد سے ملاقات کو قریب الوقوع ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن صاعد کے علاوہ کسی کو ابن جلجل کی اس غلطی پر تنبہ نہیں ہوسکا کہ خلیل بن احمد کا انتقال ۱۷۰ھ/۷۸۶ء میں ہوا اور حنین بن اسحاق ۱۹۴ھ/۸۰۹ء میں پیدا ہوا، لہذا ان میں ملاقات ممکن ہی نہیں تھی۔

صاعد نے ابن جلجل کی اس غلطی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے غلطی سے خلیل بن احمد کا سن وفات ۱۷۰ھ کے بجائے ۲۷۰ھ لکھ دیا، تاہم یہ قلم کی لغزش ہے[۲۱]۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ بروکلمن، زرکلی اور کحالہ نے بھی حنین کے خلیل بن احمد سے تلمذ کا ذکر کیا ہے جب کہ خلیل بن احمد کے ترجمہ میں اس کی تاریخ وفات ۱۷۰-۱۷۵ لکھی ہے[۲۲] اور حنین کا سن ولادت ۱۹۴ھ درج کیا ہے[۲۳]۔ لیکن اس غلطی پر انہیں تنبہ نہیں ہوا۔

۹۔ ابن ابی اصیبعہ نے ابن ربن الطبری کے تذکرہ (ص ۴۱۴) میں ربن کو یہودی بتایا ہے۔ درحقیقت ابن ابی اصیبعہ، ابن القفطی اور دیگر کئی تذکرہ نگاروں کو ربن کے لفظ سے یہ غلط فہمی ہوئی کہ وہ یہودی تھا کیوں کہ ربن، ربین اور راب یہودی علمائے شریعت کے القاب تھے[۲۴] لیکن ابن جریر الطبری نے ربن کے بیٹے کو علی بن ربن النصرانی لکھا ہے[۲۵]۔ نیز علی بن ربن الطبری نے تصریح کی ہے کہ اس کا باپ اور وہ خود بھی ابتدائی عمر میں مسیحی تھا اور ربن سریانی زبان کا لفظ ہے جو استاد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے[۲۶]۔ علی بن ربن کی کتاب الدین والدولۃ منگانا نے تحقیق و تنقیح کے بعد شایع کی تو اس کے مقدمہ میں اس نے علی بن ربن کے اس زمانے کا ذکر کیا جب وہ نصرانی تھا[۲۷]۔

۱۰۔ ابن ابی اصیبعہ نے نامور طبیب ابوبکر محمد بن زکریا رازی کا طویل تذکرہ (ص ۴۱۴-۴۲۷) قلم بند کیا ہے، جس میں کئی تضادات اور اضطرابات ہیں۔ ایک روایت کے مطابق رازی

کی عمر تیس یا چالیس سال سے تجاوز کر چکی تھی جب اسے علم طب کی تحصیل کا شوق ہوا۔ اس کے سن ولادت کے بارے میں اکثر تذکرہ نگار خاموش ہیں البتہ ابوریحان بیرونی نے اس کی کتابوں کی فہرست پر جو مقدمہ لکھا اس میں اس کا سال ولادت ۲۵۱ھ/ ۸۶۵ء بتایا۔ رسکا نے یہ فہرست شایع کی ہے اور اپنے مقالہ میں مذکورہ تاریخ کو اس بنا پر مشکوک قرار دیا ہے کہ اگر اس تاریخ کو صحیح مان لیا جائے تو اس کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز نہیں ہوتی اور اگر یہ امر ملحوظ رکھا جائے کہ اس نے تیس سال کی عمر میں طب کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی تو اس کے نتائج فکر اس کی باقی ماندہ عمر کی بہ نسبت بہت زیادہ ہیں۔[28] رسکا کے اس شک کی بنیاد مستحکم نہیں ہے، کیوں کہ مولانا عبدالسلام ندوی نے قابل ترجیح قرائن سے ثابت کیا ہے کہ یہ روایت کہ رازی نے تیس یا چالیس سال کی عمر میں طب کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی درست نہیں۔[29]

نیز اس ضمن میں عیون الانبار میں محمد بن حسن الوراق کا بیان بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ:

"رازی ہر وقت لکھنے میں مصروف رہتا تھا، میں جب بھی اس سے ملنے گیا تو اسے مسودہ یا مبیضہ تیار کرتے ہوئے پایا۔"[30]

ابن ابی اصیبعہ (ص ۴۱۶) سے معلوم ہوتا ہے کہ رازی نے علی بن ربن الطبری سے بڑی عمر میں تعلیم حاصل کی۔ چونکہ علی بن ربن الطبری کا سال وفات اور رازی کا سن ولادت قطعیت سے معلوم نہیں ہے اس لیے یہ مسئلہ بدستور حل طلب ہے کہ رازی نے ابن ربن سے کس عرصے میں تعلیم حاصل کی۔ محمود نجم آبادی نے اس روایت کی صحت سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ ابن ربن ۲۴۰ھ میں فوت ہوا اور یہ رازی کا سن ولادت ہے۔[31] لیکن ۲۴۰ھ کو ابن ربن کا سال وفات قرار دینا درست نہیں کیونکہ تمام تذکرہ نگاروں کے مطابق اس نے اسلام کی حمایت اور یہودیت، مسیحیت اور مذہب زرتشت کے ابطال پر اپنی کتاب الدین والدولۃ

۲۴۱ھ/ ۸۵۵ء میں مکمل کی اور المتوکل کی خدمت میں پیش کی۔[32] جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ۲۴۱ھ میں زندہ تھا۔

اگر ابن ربن سے تلمذ کی مذکورہ روایت درست ہے جس پر ابن القفطی کی شہادت بھی موجود ہے[33] تو ابن خلکان کی وہ روایت غلط قرار پاتی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ رازی نے جب طب کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی تو اس کی عمر چالیس سال سے متجاوز تھی۔[34] نیز ابن ابی اصیبعہ کی یہ روایت بھی کہ رازی جب بغداد آیا تو اس کی عمر تیس سال سے زائد تھی اور اس نے بغداد میں ہی طب کی تعلیم کا آغاز کیا۔[35] بہ صورت دیگر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ رازی کے ابن ربن سے تلمذ کے وقت ابن ربن کی عمر ایک سو بارہ سال سے متجاوز تھی کیوں کہ ابن ربن ۱۶۷ھ/ ۷۸۳ء میں پیدا ہوا اور ابن ربن کی اتنی طویل عمر کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ غالب گمان یہ ہے کہ رازی نے ابن ربن سے اپنے بچپن میں تعلیم حاصل کی جب کہ بقول ابن القفطی ابن ربن رے میں تھا۔[36]

عیون الانبار میں رازی کے حالات میں دوسری تنقیح طلب بات یہ ہے کہ رازی نے اپنی تالیف "کتاب المنصوری" کس کے نام معنون کی۔ ابن ابی اصیبعہ نے تین جگہ اس کا ذکر کیا ہے:

۱- **رازی اور منصور بن اسمٰعیل میں دوستانہ تھا، رازی نے اس کے لیے کتاب المنصوری تالیف کی** (ص ۴۱۶)

۲- **رازی نے منصور بن اسمٰعیل بن خاقان خراسان اور ماوراء النہر کے امیر کے لیے کتاب المنصوری لکھی** (ص ۴۱۹)

۳- **رازی نے منصور بن اسحاق بن اسمٰعیل بن احمد امیر خراسان کے لیے کتاب المنصوری**

لکھی (ص ۴۲۳)

ابن الندیم اور ابن القفطی نے بھی منصور بن اسمٰعیل لکھا ہے[۳۷]۔ لیکن یہ روایت اور بھی الجھ جاتی ہے جب ہم وفیات الاعیان سے مراجعت کرتے ہیں کیوں کہ ابن خلکان کے اس باب میں دو قول ہیں: اول یہ کہ رازی نے جس منصور کے لیے کتاب المنصوری لکھی وہ منصور بن نوح بن نصر تھا، یہی قول صاحب چہار مقالہ کا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ منصور در حقیقت منصور بن اسحاق بن احمد بن نوح تھا[۳۸]۔

تاریخی شہادت کی روشنی میں ان تمام روایات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی روایت بھی درست نہیں۔ منصور بن اسمٰعیل، منصور بن اسحاق بن اسمٰعیل اور منصور بن اسحاق بن احمد بن نوح نام کا کوئی شخص رے، خراسان اور ماوراء النہر وغیرہ کا والی نہیں رہا اور منصور بن نوح بن نصر کا عہد حکومت ۳۵۰-۳۶۶ھ ہے جب کہ رازی بالاتفاق ۳۲۰ھ سے قبل وفات پاچکا تھا[۳۹]۔

رازی کی وفات کے بارے میں ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے کہ ایک وزیر نے ناراض ہو کر مخفی طور پر رازی کو پھانسی دے دی (ص ۴۱۹) لیکن اس روایت کی تصدیق اور کسی تذکرہ نگار نے نہیں کی، بظاہر یہ ان دوسری بے شمار روایات کی طرح کا ایک افسانہ ہے جو رازی کو بدنام کرنے کے لیے پھیلائی گئی تھیں۔

۱۱- ابن ابی اصیبعہ نے ابوالفرج بن ہندو کے حالات میں (ص ۴۳۰) ابو منصور عبدالملک بن محمد الثعالبی (م ۴۲۹ھ/۱۰۳۸ء) کی یتیمۃ الدہر کے حوالے سے ایک اقتباس درج کیا ہے جو دراصل دو مختلف اقتباس ہیں، اس اقتباس کا ابتدائی حصہ تتمۃ الیتیمۃ سے ماخوذ ہے، جسے ابن ابی اصیبعہ نے غلطی سے یتیمۃ الدہر کا بتایا ہے البتہ بعد کا حصہ

یتیمۃ الدہر سے ہے تاہم اصل کتاب اور ابن ابی اصیبعہ کے اندراج میں الفاظ کا اختلاف ہے[۴۰]۔

۱۲- ابن ابی اصیبعہ نے قرون وسطیٰ کے سب سے بڑے سائنس داں ابوریحان البیرونی کا مختصر تذکرہ کرتے ہوئے البیرونی نسبت کی وجہ یہ بتائی ہے (ص ۴۵۹) کہ البیرونی بیرون کی طرف منسوب ہے جو سندھ کا ایک شہر ہے، لیکن ابن ابی اصیبعہ کا یہ بیان درست نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ البیرونی سندھ کا نہیں بلکہ بیرون خوارزم کا رہنے والا تھا۔ چونکہ وہ شہر خوارزم کا باشندہ نہیں تھا بلکہ بیرون شہر رہتا تھا اس لیے بیرونی کہلایا۔ السمعانی کتاب الانساب میں جو بیرونی کی وفات کے تقریباً ایک سو سال بعد لکھی گئی لکھتا ہے:

" بیرونی کی نسبت بیرون خوارزم کی طرف ہے، کیونکہ جو لوگ خوارزم شہر کے باشندے نہیں ہوتے تھے بلکہ بیرون شہر رہتے تھے ان کو بیرونی کہا جاتا تھا۔ اہل خوارزم کی زبان میں ان کو ابنیذک کہتے ہیں۔ ابوریحان منجم بیرونی اسی نسبت سے مشہور ہے"[۴۱]۔

یاقوت کی ارشاد الاریب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ وہ دیہات کا باشندہ تھا اس لیے بیرونی کہلایا، کیونکہ فارسی میں بیرون کے معنی باہر کے ہیں[۴۲]۔

ابوریحان کو سندھ کی طرف منسوب کرنے کی غلطی کا سبب غالباً یہ ہے کہ ابن حوقل کی کتاب المسالک والممالک کے قدیم نسخے میں سندھ کا ایک نقشہ تھا جس میں نیرون نام کا ایک شہر مذکور تھا، غالباً اسی کو لوگوں نے غلطی سے بیرون پڑھا اور ابوریحان کو اس کی طرف منسوب کر دیا۔ اس غلطی کو تقویت اس بات سے ملی کہ ابوریحان سنسکرت جانتا تھا اور اس نے ہندی علوم، مذہب اور تمدن سے متعلق کتاب الہند کے نام سے ایک محققانہ کتاب لکھی اس لیے یہ سمجھا گیا کہ ابوریحان ہندی الاصل تھا اور سندھ کا رہنے والا تھا[۴۳]۔

۱۳- شہاب الدین سہروردی کا نام ابن ابی اصیبعہ (ص ۶۴۱) نے عمر اور کنیت ابو حفص بتائی ہے، اس کے باپ کا نام ابن ابی اصیبعہ کو معلوم نہ ہو سکا اس لیے عیون الانبار میں اس موقع پر بیاض ہے، دیگر مورخین نے اس کا نام یحییٰ، کنیت ابوالفتوح اور باپ کا نام حبش بتایا ہے۔ ابن خلکان نے اس کے نام کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"ابوالفتوح یحییٰ بن حبش بن امیرک الملقب شہاب الدین سہروردی.... ابن ابی اصیبعہ نے اس کا نام عمر لکھا ہے اور باپ کا نام نہیں لکھا لیکن صحیح وہی ہے جو میں نے درج کیا۔ میں نے کئی ثقہ اہل علم کی تحریروں میں دیکھا اور کئی اہل علم سے زبانی بھی سنا ہے اس لیے اس میں کسی قسم کے شک کی گنجایش نہیں ہے"[۴۴]

نیز یاقوت، ابن حجر، ابن تغری بردی، ذہبی اور یافعی نے اس کا نام یحییٰ بن حبش بتایا ہے[۴۵]۔ اس لیے ابن ابی اصیبعہ کا اندراج درست نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابن ابی اصیبعہ کو شہاب الدین سہروردی لقب و نسبت کی دو الگ الگ شخصیتوں میں التباس ہوگیا۔ مذکورہ صاحب ترجمہ کا نام عمر نہیں تھا بلکہ شہاب الدین سہروردی صاحب المعارف کا نام عمر تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"ان من سماہ عمر التبس علیہ بالشہاب السہروردی صاحب المعارف"[۴۶]

حواشی و تعلیقات

[۱] عیون الانبار کے مآخذ و مصادر پر انشاء اللہ ایک مستقل مقالہ پیش کیا جائے گا [۲] عیون الانبار فی طبقات الاطبار، بیروت ۱۹۶۵، ۲۱-۵۱۹ [۳] اسقلیبوس کے زمانے کا تعین یحییٰ النحوی کی روایت سے کیا گیا ہے۔ اصیبعہ، ۱۱۰ [۴] ہرمس اول صعید مصر کا رہنے والا تھا، جسے یونانی اطرسین، عبرانی اخنوخ

اور عرب ادریس کہتے تھے۔ اس کے علاوہ دو ہرمس اور ہوئے ہیں۔ ہرمس ثانی بابل کا رہنے والا تھا، فیثاغورث کا شاگرد تھا۔ ہرمس ثالث مصر کا رہنے والا تھا۔ اس نے کتاب الحیوان ذات السموم تالیف کی۔ ابن جلجل، طبقات الاطبار والحکمار، قاہرہ ۱۹۵۵، ۵-۱۰ ابن القفطی، تاریخ الحکما لیپزگ ۱۹۰۳، ۹، ۳۴۶-۳۵۰، نللینو (علم الفلک تاریخہ عند العرب، روما ۱۹۱۱، ص ۱۴۲) لکھتا ہے کہ ہرمس کا کوئی تاریخی وجود نہیں، اس کے بارے میں تمام روایات اور ہرامسہ ثلاثہ کی تفصیل بے بنیاد ہے لیکن اگر اس سے مراد ادریس ہیں تو وہ قرآنی پیغمبر ہیں [۵] القفطی ۱۱ [۶] ایضاً ۸-۹ [۷] ابن جلجل، ۵۷ [۸] احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، بیروت ۴: ۱۶۳ [۹] ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، حیدرآباد دکن ۱۳۲۵، ۶: ۳۹۴-۵ [۱۰] ابن قتیبہ، المعارف، قاہرہ ۱۹۶۰، ۲۳ [۱۱] بدوی، عبدالرحمن التراث الیونانی فی الحضارۃ الاسلامیۃ، قاہرہ ۱۹۴۶، ۶۴-۶۷ [۱۲] فواد سید، حاشیہ طبقات الاطبار والحکمار لابن جلجل، ۶۰ [۱۳] ابن جلجل، ۶۵ [۱۴] صاعد الاندلسی طبقات الامم، قاہرہ، ۵۵، القفطی، ۳۸۰، ابن العبری، تاریخ مختصر الدول بیروت ۱۹۵۸، ۲۲۷ [۱۵] بروکلمن ۱: ۲۶۶، ہٹی، ہسٹری آف دی عربز، ایڈنبرا ۱۹۶۸، ۳۱۱-۳۱۲ [۱۶] ابن الندیم، الفہرست، طہران ۱۹۷۱، ۳۵۴ [۱۷] فواد سید حاشیہ طبقات الاطبار، ۶۵ [۱۸] الجوہری، ابونصر اسمٰعیل بن حماد، الصحاح قاہرہ ۱۲۸۲، ۱: ۲۴۳؛ الزبیدی، محمد مرتضیٰ، تاج العروس، ۲: ۲۲۱ [۱۹] الفیروزآبادی، مجد الدین، القاموس المحیط، قاہرہ ۱: ۳۱۱ [۲۰] القفطی، ۱۷۱، صاعد، ۵۵، العبری، ۲۵ [۲۱] صاعد ۵۵ [۲۲] بروکلمن، تکملہ ۱: ۱۵۹-۱۶۰: زرکلی، خیر الدین، الاعلام، بیروت ۱۹۶۹، ۲: ۳۶۳، کحالہ، عمر رضا، معجم المولفین، بیروت ۱۹۵۷، ۴: ۱۱۲ [۲۳] بروکلمن ۱: ۲۰۵-۶: الاعلام ۲: ۳۴۵: کحالہ ۴: ۸۷ [۲۴] القفطی، ۱۸۷ [۲۵] ابن جریر الطبری، تاریخ الامم والملوک، قاہرہ ۱۹۳۹، ۱۱: ۴۴ [۲۶] الدومیلی، العلم عند العرب (عربی ترجمہ) قاہرہ ۱۹۶۲، ۱۳۳ [۲۷] الدین والدولۃ، تحقیق منگانا، قاہرہ ۴۴ [۲۸] ISIS, 5:

26-50 [۲۹] مولانا عبدالسلام ندوی، حکمائے اسلام، معارف پریس اعظم گڈھ ۱۹۵۳ء، ۱: ۱۶۲-۱۶۳ [۳۰] اصیبعہ ۱۶ ۱۴ [۳۱] شرح حال ومقام رازی، تہران ۱۳۱۸، ۳۴ [۳۲] الفہرست، ۲۵۴، [۳۳] القفطی ۲۳۱ [۳۴] اصیبعہ، ۱۴ ۴، الدومیلی، ۱۳۴ ۴ [۳۳] القفطی ۲۳۱ [۳۴] ابن خلکان، وفیات الاعیان، بیروت ۱۹۷۲، ۵: ۱۵۹ [۳۵] اصیبعہ، ۱۴ ۴ [۳۶] القفطی ۲۳۱ [۳۷] الفہرست، ۳۵۶، [۳۸] القفطی ۲۷۲ [۳۸] ابن خلکان ۵: ۱۵۸ [۳۹] الاعلام، ۶: ۳۶۴ [۴۰] دیکھئے: الثعالبی، یتیمۃ الدہر، مصر ۱۹۲۴ء، ۳: ۳۶۳، تتمہ، تہران ۱۳۵۳ء: ۱۳۴-۱۳۵ [۴۱] السمعانی، ابوسعید عبدالکریم، الانساب، حیدرآباد دکن ۱۹۶۲ء، ۲: ۳۹۲ [۴۲] یاقوت الحموی، ارشادالادیب، قاہرہ ۱۹۳۶ء، ۱۷: ۱۸۰ [۴۳] دیکھئے: فرمان فتح پوری، بیرونی کی جائے پیدائش کا قضیہ، البیرونی کانگریس کراچی ۱۹۷۹ [۴۴] ابن خلکان، ۶: ۲۸ [۴۵] یاقوت، ارشادالادیب، ۱۹: ۳۱۴ [۴۶] ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان، حیدرآباد دکن ۱۳۳۱ء، ۳: ۱۵۶، ابن تغری بردی، النجوم الزاہرۃ، قاہرہ ۱۹۳۲ء، ۶: ۱۱۴، ذہبی، العبر فی خبر من غبر، کویت ۱۹۶۰ء، ۴: ۲۶۳، الیافعی، عبداللہ بن اسعد، مرآۃ الجنان، حیدرآباد دکن، ۳، ۱۳۳: ۴ ۳ ۴ [۴۶] ابن حجر العسقلانی، لسان المیزان، ۳: ۱۵۸۔

حکمائے اسلام (اول ودوم)

از مولانا عبدالسلام ندوی

اس کتاب میں دوسری صدی سے لے کر خاندان خیرآباد و فرنگی محل تک کے تمام مشہور فلاسفہ کے حالات ہیں، جلد اول پانچویں صدی ہجری تک کے حکماء کے حالات پر مشتمل ہے۔

حصہ دوم میں متوسطین ومتاخرین حکمائے اسلام کے مستند حالات، ان کی علمی خدمات اور ان کے فلسفیانہ نظریات کی تفصیل کی گئی ہے۔

قیمت اول ۵۰ روپے   قیمت دوم ۴۰ روپے

اردو کی حمدیہ شاعری کا جائزہ

از ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد صاحب فتحپوری

(۲)

ولی کو اردو شاعری کا بابا آدم خیال کیا جاتا ہے، اس کے بعد اردو شاعری میں وسعتِ مضامین، لب ولہجہ کے علاوہ الفاظ اور زبان میں بھی نکھار پیدا ہوا، ذیل میں ہم ولی کے بعد کے شعراء کا ذکر کرکے یہ دکھائیں گے کہ انہوں نے حمدیہ شاعری میں کیا اضافے کیے اور اس کی روایت کو آگے بڑھانے میں کیا حصہ لیا۔

ولی کی روایت کو آگے بڑھانے میں جن شعراء کے نام صفحات قرطاس میں محفوظ ہیں ان میں مرزا داؤد کا نام سرفہرست ہے۔ داؤد کے دیوان میں ایسے اشعار کافی تعداد میں ملتے ہیں جن میں ان کی عقیدت جھلکتی ہے۔

سراج کی شاعری واردات قلبی کا معطر اور شفاف نمونہ تھی اس لیے اللہ تعالیٰ کی حمد و توصیف میں شاعر کا عشق مادی آلودگیوں سے پاک ہے اور اس میں حق سبحانہ کی صفات محمودہ کا پرتو نظر آتا ہے۔

شاہ صدرالدین، شاہ ابوالحسن قربی اور شاہ کمال الدین کمال کے یہاں مذہبی رنگ غالب ہے۔ صوفیانہ و مذہبی خیالات ان کی شاعری میں مدغم ہوگئے ہیں جو ایک نئے مذہبی رجحان کو جنم دے رہے ہیں، یہ نیا رجحان ایک طرف ہندو مسلم اتحاد و اتفاق کا علمبردار ہے تو دوسری طرف

اصلاح قوم وملت کا ضامن بھی، اس میں روحانیت کی تعلیم بھی ہے اور امن وآشتی کا پیغام بھی، تزکیہ نفس ایک طرف اس کا مقصد ہے تو عشق الٰہی اور فنافی اللہ اس کی منزل لیکن بہ حیثیت نفس مضمون "مشاہدہ حق" اور "عرفان وحدت" کو ان کے یہاں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

حمد کی اس روش کو انعام اللہ خاں یقین، مرزا مظہر جان جاناں، شیخ ظہور الدین حاتم نے آگے بڑھایا۔ سودا کا عہد، عہد زریں کہا جاسکتا ہے، سودا سے پیشتر اردو حمد شمالی ہند میں کس مپرسی کے عالم میں تھی۔ سودا پہلا شاعر ہے جس نے فنی شعور کے ساتھ حمد پر خامہ فرسائی کی۔ اس نے قصائد، ہجویات اور غزلیات میں حمدیہ مضامین نظم کیے ہیں۔ اس کی حمدیہ غزلوں میں خیالات کی نزاکت، الفاظ کی بندش اور صنائع لفظیہ ومعنویہ کی ترکیب وترتیب وتہذیب دیدنی ہے، اس نے اس عقدہ کو حل کیا ہے کہ روئے زمین کا ہر فرد اگر "پروانہ تجلی وحدت" بن جائے تو پھر "چراغ دیر" اور "شمع حرم" کا نور اس کے لیے یکساں ہوجائے گا۔

میر تقی میر نے اپنی حمدوں میں اس کا اعلان کیا ہے کہ اللہ پاک غنی اور مستغنی ہیں اور استغنا کو پسند فرماتے ہیں۔ میر اللہ کی رحمت وغضب کو لازم وملزوم سمجھتے ہیں، جو نسبت بادل اور بجلی میں ہے وہی نسبت اللہ پاک کے غضب ورحمت میں ہے اور اسی خوش خیالی میں بندے سے گناہ سرزد ہوجاتے ہیں۔

خواجہ میر درد نے اپنی حمدیہ شاعری میں اس آفاقی حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قائم بالذات اور دائم بالصفات ہستی زمانہ اور وقت سے ماورا رہی ہے وہ ابد الآباد سے موجود ہے۔ عقل کی وہاں تک رسائی مستبعد بلکہ محال ہے لیکن کائنات کے ذرے ذرے میں اس کا ظہور ہے اور آفتاب وماہتاب میں اسی کا نور جلوہ گر ہے۔

میر حسن کے حمدیہ اشعار میں اللہ جل شانہ کی ذات قدسیہ اور صفات عالیہ کا ادراک

اور اسی ذات سے والہانہ عقیدت نمایاں ہے۔

سودا کے شاگرد قائم کے یہاں وصفی انداز بیان حاوی ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے۔ سمیع وبصیر اس کی صفات ہیں اور وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ یہ بندے کا اپنا قصور اور کوتاہی ہے کہ وہ اس محیط کل ہستی تک پہونچنے کی جد وجہد نہیں کرتا۔

معاصرین خواجہ میر درد میں سید محمد میر سوز کا نام کافی نمایاں ہے۔ ان کی حمدیہ شاعری میں اعتراف عجز کا مضمون نئے نئے رنگوں میں نظم ہوا ہے۔ جرأت کے یہاں صرف جنسیات کے کھلے دفتر ہی نہیں ہیں بلکہ جذبات محمودہ اور کیفیات قلبی کی عمدہ ترجمانی بھی درخشاں وتاباں ہے۔ ان کے حمدیہ اشعار محض رسماً سپرد قلم نہیں کیے گئے بلکہ اہل بصارت وبصیرت ان کی تہ میں ایک والہانہ جذبۂ بندگی کے وجود کی جھلک صاف طور پر محسوس کرتے ہیں۔

اردو کی حمدیہ شاعری میں نظیر اکبر آبادی کا نام کافی روشن ہے۔ انہوں نے دہلوی اور لکھنوی مکاتب فکر سے یکسر انحراف برت کر عوامی زبان میں غزل کے علاوہ گیت لکھ کر اردو ادب میں اجتہاد کی بنیاد ڈالی۔ نظیر نے حمدیہ شاعری سے عوام وخواص کے اخلاق سنوارنے کا کام لیا ہے۔

سعادت یار خاں رنگین نے اپنے اشعار حمد میں اللہ تعالیٰ کی خلاقیت پر کافی زور دیا ہے۔ دہلی کے میاں نصیر الدین نصیر سنگلاخ زمین اور مشکل ردیف وقافیہ نظم کرنے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور اسی باعث مشہور بھی ہیں۔ لیکن حمد کے میدان میں ان کے یہاں توحید ومعرفت کے مضامین میں تنوع اور رنگارنگی ہے جو ندرت وعقیدت کے لحاظ سے نہ صرف بصیرت افروز ہے بلکہ جذبات عشق کی صحیح ترجمانی کی وجہ سے قاری کے دل کی

تاریک گہرائیوں میں سرور وکیف کی ایک شمع بھی روشن کر دیتی ہے۔

میر نظام الدین ممنون نے حمدیہ شاعری میں بھی اپنی جودت طبع کے جوہر دکھلائے ہیں۔ قصائد میں خدا کی درگاہ میں ممدوح کے لیے دعائیہ کلمات ادا کرنا ان کے عقیدۂ الوہیت پر ایمان کی دلیل ہے۔ ممنون کے معاصر حکیم مومن خاں مومن کی حمدیہ شاعری میں عبودیت اور عبدیت کے والہانہ جذبات اور طاہر و مطہر خیالات کی عکاسی بڑی صفائی اور موزونیت کے ساتھ کی گئی ہے۔ مومن نے اپنی ناتمام مثنوی میں تقریباً اسّی اشعار میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی ہے۔ ان اشعار میں اوصاف و افعال کا بڑی گہری نظر سے جائزہ لے کر ان کو نرالے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک اللہ ہی وکیل و کارساز اور والی و مددگار ہے بجز اس کے دیگر مصنوعی خداؤں سے مدد مانگنا شرک ہے۔ ذوق کی حمدوں میں قرآنی آیات کے مفاہیم بڑی خوبصورتی کے ساتھ منظوم ہیں۔

۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی کے بعد کی حمدیہ شاعری اپنے ماقبل کی شاعری سے صاف طور پر الگ ہے ۱۸۵۷ء کی شکست کے بعد کی حمدوں میں التجائیہ و استغاثیہ پہلو نمایاں ہے۔

غالب اپنی حمدوں میں ایک بڑے موحد کی شکل میں ابھرتے ہیں۔ غالب کے موحد ہونے کا اعتراف خواجہ الطاف حسین حالی نے یادگار غالب میں اس طرح کیا ہے "مرزا اسلام کی حقیقت پر نہایت پختہ یقین رکھتے تھے اور توحید وجودی کو اسلام کا اصل اصول رکن رکین جانتے تھے"۔[1] غالب کا توحیدی نظریہ "ہمہ اوست" کے فلسفہ سے تعلق رکھتا ہے، وہ صاف کہتے ہیں۔

دل ہر قطرہ ساز انا البحر　　　ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

غالب وسعت رحمت حق کا گہرا عقیدہ رکھتے ہیں اور وہ بے لوث اور اخلاص کے

---

[1] مرزا اسد اللہ خاں غالب: یادگار غالب صفحہ [illegible]

ساتھ اللہ کی عبادت کے قائل ہیں۔

طاعت میں تا رہے نہ مئے و انگبیں کی لاگ　　　دوزخ میں ڈال دو کوئی لے کر بہشت کو

بہادر شاہ ظفر کے نزدیک باری تعالیٰ کی ربوبیت اور قدرت کے مظاہر تمام روئے زمین اور آسمانوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس نے اپنی قدرت کی کرشمہ سازی سے جس طرح چمن کو گلوں سے سجا دیا اسی طرح بے آب و گیاہ صحراؤں میں بھی گلہائے رنگا رنگ پیدا کر دیے۔

چمن ہی پر فقط موقوف کیا ہے اس کی قدرت سے　　　ہزاروں ہیں ظفر گلہائے رنگا رنگ صحرا میں

میر انیس اور مرزا دبیر مجالس میں مرثیہ خوانی کے دوران اللہ تعالیٰ کی ثنا و توصیف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ ان کے حمدیہ اشعار میں وصفی انداز بیان کا غلبہ ہے۔

امیر و محسن اور داغ نیز شاگردان داغ میں نوح ناروی کے شاعرانہ اکتسابات میں حمد نگاری کو ایک خاص درجہ حاصل ہے۔

۱۸ مئی ۱۹۷۴ء دور جدید کا نقطۂ آغاز ہے۔ اس انقلاب نے اردو شاعری کی ہیئت بدلی، موضوعات بدلے، بحور و قوافی میں نئے نئے تجربات کیے۔ غرضیکہ ہر اعتبار سے اسے نکھارا، سنوارا اور سجایا اور اردو شاعری کو اس قابل بنا دیا کہ وہ دوسری زبانوں کے مقابلے میں بونی نہ لگے۔ مولوی محمد حسین آزاد اردو شاعری میں جدیدیت کے علمبردار ہیں۔ ان کی حمدیہ شاعری میں مسائل حیات کے نقوش بھی ہیں اور حسن عقیدت کے پھول بھی۔ اسی دور کے ایک اور شاعر منشی درگا سہائے سرور ہیں جنھوں نے شاعرانہ تنگ خیالی اور مذہبی تعصب کو بالائے طاق رکھ کر اردو کی مذہبی شاعری کے دامن کو توحیدی زمزموں کے گلوں سے بھر دیا۔

طرز جدید کے علمبرداروں میں شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی مصلح قوم کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں، بندۂ مومن کی عبدیت کی انتہا یہ ہے کہ وہ اپنے معبود حقیقی کی یاد میں رطب اللسان

رہے۔ محبت ہو تو اسی سے، امیدیں وابستہ کی جائیں تو اسی سے، عبادت ہو تو اسی کی، پرستش کے لائق بھی اسی کو سمجھا جائے اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ تمام جہتوں سے منہ موڑ کر اسی ایک ذات کی طرف اپنا رُخ کر لیا جائے جو تمام کائنات کا خالق و مالک ہے، بندے کی یہ صفات اس کے عابد و کامل ہونے کی دلیلیں ہیں۔ یہ ہیں وہ خیالات جن کا اظہار حالی نے اپنی حمدیہ شاعری میں کیا ہے۔ انہوں نے 'مناجات بیوہ' میں جہاں عورتوں کے جذبات کی صحیح ترین عکاسی کی ہے وہیں نسوانی زبان میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بھی کی ہے۔

علامہ شبلی نے عالمانہ سنجیدگی اور غور و فکر کو اپنی شاعری میں برت کر صرف مسلمانوں کے تنزل کے مرثیے ہی نہیں لکھے بلکہ اسلاف کی سنہری تاریخ کو شعری پیکر میں ڈھال کر رجائی پہلو سے مسلمانوں کو شاندار مستقبل کی خوشخبری بھی دی ہے۔

اسمٰعیل میرٹھی کا یہ ایمان ہے کہ اللہ پاک کی ذات واحد ہے، اس کا کوئی ہمسر نہیں، اگر اس کے علاوہ بھی کوئی الٰہ ہوتا تو یہ زمین فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن جاتی۔ انہوں نے بچوں کے لیے اللہ کی حمد و ثنا غزل کے پیکر میں بڑے موثر انداز میں پیش کی ہے۔ اسی دور میں میر یار علی جان نے ریختی یعنی عورتوں کی زبان میں اپنا دیوان لکھا اور حمدیہ اشعار میں بھی خالص نسوانی زبان استعمال کی ہے۔ اسی عہد میں اکبر حسین اکبر کی شخصیت کافی اہم ہے جنھوں نے حالی اور شبلی کی شاعری کو اقبال کی شاعری سے جوڑنے میں بہت اہم حصہ لیا۔ مغربی تہذیب کے اثرات کے رد عمل میں جو رجحانات اور تحریکات اس دور میں بالعموم ہندوستانی سماج اور بالخصوص مسلم معاشرے میں پروان چڑھ رہی تھیں اور جو دوسری زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو ادب کو بھی متاثر کر رہی تھیں، اکبر کے یہاں ان رجحانات کے رد عمل کی فراوانی اور بہتات ہے۔ جہاں قوم و ملت کے مسائل ان کی شاعری میں جگہ پاتے ہیں وہیں خدا اور رسول کا ذکر بھی ان کے یہاں رواں دواں ہے۔ خدا کی حمد میں انہوں نے

جو گل افشانی کی ہے اس میں عقیدت بھی ہے اور ایمان و اخلاص بھی۔ اکبر نے اللہ تعالیٰ کی صفت نور پر بھی اپنی حمدیہ شاعری میں روشنی ڈالی ہے۔

شوق قدوائی، شاد عظیم آبادی اور مولانا محمد علی جوہر کے یہاں بھی حمدیہ عناصر کی فراوانی اور بہتات ہے، اردو شاعری میں خمریات کو معراج کمال تک پہونچانے والے ریاض خیرآبادی بھی اسی کیفیت و سرور میں اپنے معشوق حقیقی کو بھی یاد کر لیتے ہیں۔ اصغر گونڈوی قدیم موضوعات شاعری کو نئے انداز میں پیش کرنے کا ایک خالص سلیقہ رکھتے ہیں۔ حمد جیسا خشک موضوع بھی ان کے یہاں پُر کیف اور دلآویز بن کر نکھرتا ہے۔ وحدۃ الوجود کے گنجلک مسئلہ کا سہل اور سیدھا سادا حل ملاحظہ ہو۔

پھر میں نظر آیا نہ تماشا نظر آیا   جب تو نظر آیا مجھے تنہا نظر آیا

ڈاکٹر سر محمد اقبال عصر حاضر کے طاغوتی بحر زخار میں "ارمغان حجاز" کی شاہینی کشتی لیے ہوئے وارد ہوئے۔ ان کے ایک ہاتھ میں "ضرب کلیم" اور دوسرے ہاتھ میں "بال جبریل" کی پتوار تھی اور تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر کا وظیفہ ورد زبان تھا۔ اقبال کو اقبال بنانے میں مذہب، فلسفہ اور شاعری کو بڑا دخل حاصل ہے۔ ان کی شاعری جو خوابیدہ قوم کے لئے بانگ درا ہے، مکمل نظام حیات پر محیط ہے اور چونکہ تعمیر حیات توحید کی بنیاد ہی پر مستحکم رہ سکتی ہے اس لیے اقبال کے یہاں توحید اور نظام حیات کے روابط و تعلیقات پر شرح و بسط کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ اقبال کے نزدیک خدا کا تصور صوفی کے تصور سے مختلف اور واعظ کے تصور سے الگ ہے۔ انہوں نے کبھی بھی منطقیانہ طرز فکر سے وجود باری تعالیٰ کو ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ان کا تصور خدا وجدان و فکر سے ترتیب پاتا ہے جو باوجود فلسفیانہ ہونے کے قرآنی تصور الٰہ سے پوری طرح مطابقت رکھتا ہے۔ ان کا خدا بندوں سے متنفر نہیں بلکہ وہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید ہے۔ اقبال خدائی تصور کی فلسفیانہ توضیح و تشریح نیز فلسفہ

کے گنجلک اور ادق مسائل اور خشک نظریات کو اپنی شاعری میں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ شعر افسردگی کا محرک نہیں بننے پاتا۔

قنوطی شاعر شوکت علی فانی کے قنوطی نظریہ نے احساس کمتری پیدا کر دیا تھا، جس کی جھلک ان کے حمدیہ اشعار میں ملتی ہے وہ اپنی اس قنوطی سرشت کی بنا پر اللہ پاک کی عفو و درگذر کی صفت اور اس کے بے پایاں رحم و کرم کی ترجمانی اس طرح کرتے ہیں۔

گناہ گار ازل ہوں مری سزا ہیں یہ ڈھیل　　عجب نہیں تری رحمت کی حد نہو کوئی

سیماب اکبر آبادی اور ظفر علی خاں نے اپنی حمدیہ شاعری کی ترتیب و تزئین میں قرآنی آیات سے مکمل استفادہ کیا ہے۔ جگر مراد آبادی کی حمدیہ شاعری وہ نور بصیرت بخشتی ہے جس سے ہم خدا کو دیکھ سکیں اور وہ یقین پیدا کرتی ہے جو ایمان باللہ کو مضبوط اور توانا بنانے میں معاون و مددگار ثابت ہو۔ تلوک چند محروم جب مناظر قدرت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو حسنِ مطلق کو اس میں جلوہ فگن پاتے ہیں اور وہ قاری کو بھی اپنے اشعار میں اس حسن مطلق کا مشاہدہ کرا دیتے ہیں۔ شاکر میرٹھی اور اثر لکھنوی بھی مناظر قدرت میں خدا کو تلاش کر لیتے ہیں۔

جوش مسلمانوں کی زبوں حالی اور ضعف ایمانی دیکھ کر اللہ پاک سے التجا کرتے ہیں کہ وہ سینۂ مسلم کو وہ سوز و گداز عطا کرے جو حمزہؓ و حیدرؓ کے پاس تھا تاکہ پھر فضا میں تکبیر کی گونج سنائی دے۔ حفیظ جالندھری کی حمدیہ شاعری عبودیت میں وقار اور عبدیت میں عجز و انکسار کی قائل ہے۔ ن۔م راشد اور اختر الایمان کا تصور الٰہ اگرچہ اسلامی تصور الٰہ سے مطابقت نہیں رکھتا لیکن ان کی نظموں میں بھی کسی نہ کسی صورت میں خدائی تصور ملتا ہے۔

عمیق حنفی اپنی نظم "نئی حمد" میں خدا کے آگے سرکشی کی سپر ڈالتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

جدیدیت کبھی بھی مذہب بیزار نہیں رہی ہاں اس نے ہمیشہ مذہب کو رسوم و رواج سے آزاد ہونے اور اپنے اصل منبع کی جانب پرواز کرنے کی تلقین کی ہے۔ افسر میرٹھی نے ہمہ اوست کے مسئلہ کو اپنی نظم "رموز توحید" میں بہت عمدہ طریقہ سے حل کیا ہے۔ جدیدیت کے علمبردار اور آزاد نظموں میں دلکش خیالات کو سمونے والے فیض احمد فیض جذبات کی وسعت کو سجدوں سے بسا لینا چاہتے ہیں۔ اس طرح کی سجدہ ریزی میں ان کی حیرانی قابل دید ہوتی ہے۔

عہد حاضر کے پاکستانی شاعر منیر نیازی کی شاعری انسان کو اس کی ذات کے اولین نقش کی یاد دلاتی ہے۔ وہ خدا کی حمد و ثنا بڑے اخلاص و عقیدت سے کرتے ہیں۔

مجید امجد "شب رفتہ" میں خدا کے متعلق ایک اچھوت ماں کا تصور اس طرح پیش کرتے ہیں کہ اس سے معاشرے میں پھیلی ہوئی اونچ نیچ کی گہری خلیج کی مکروہ صورت سامنے آجاتی ہے۔ سید صادق علی صادق جدید انداز میں حمد کا سلسلہ آگے بڑھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی محیط کل ذات کا بیان آزاد نظم میں دلکش انداز میں کرتے ہیں۔

فضل الرحمٰن، نعیم صدیقی، رشید وارثی، نظیر لدھیانوی، صبا اکبر آبادی، شاہ علی حسین اشرفی، شمس بریلوی، شاہ انصار اللہ الہ آبادی، شیوا بریلوی اور پروفیسر ولی الحق انصاری کی حمدیہ شاعری عصر حاضر کے مقتضیات کے عین مطابق ہے۔

اردو کی حمدیہ شاعری کا یہ اجمالی جائزہ حمدیہ شاعری کے مقام کو متعین کرتا ہے اور ساتھ ہی حمدیہ شاعری میں اصناف و ہیئیات کا تنوع بھی دکھلاتا ہے۔ چونکہ ہر مذہب و ملت میں خدا کا تصور کسی نہ کسی صورت میں ہر زماں۔ ہر مکاں اور ہر زباں ہوتا رہا ہے اور عبد و معبود کے رشتہ کو بھی اولیت حاصل رہی ہے۔ اس لیے اس مقالہ میں بلا تفریق مذہب و ملت تقریباً ان تمام ممتاز اور اہم شعراء کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کی حمدیہ شاعری میں اسلامی تصور الٰہ کی جھلک

دکھائی دیتا ہے۔

ملا داؤد دہلوی سے لے کر پروفیسر ولی الحق انصاری تک جتنے شعراء کی حمدیہ شاعری کا جائزہ اس مقالہ میں لیا گیا ہے۔ ان کی حمدیہ شاعری کو آسانی کے ساتھ تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (۱) شرعی حمد (۲) فلسفیانہ حمد اور (۳) متصوفانہ حمد۔ شرعی حمد کو مزید تین اجزاء میں منقسم کیا جاسکتا ہے (۱) حمد بالذات (۲) حمد بالصفات اور (۳) حمد بالافعال۔ فلسفیانہ حمد کو مزید دو ذیلی سرخیوں میں اس طرح تقسیم کیا جاسکتا ہے (۱) عجمی فلسفیانہ حمد اور (۲) اسلامی فلسفیانہ حمد۔ اسی طرح متصوفانہ حمد کے بھی دو حصے کیے جاسکتے ہیں۔ پہلا اسلامی صوفیانہ حمد اور دوسرا عجمی صوفیانہ حمد۔ ان میں سے ہر ایک کو مزید دو شقوں میں تقسیم کرکے دیکھا جاسکتا ہے (۱) عاشقانہ حمد اور (۲) معشوقانہ حمد۔

حمد باری کی یہ تقسیم ذیل کے نقشہ سے بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔

حمدیہ شاعری
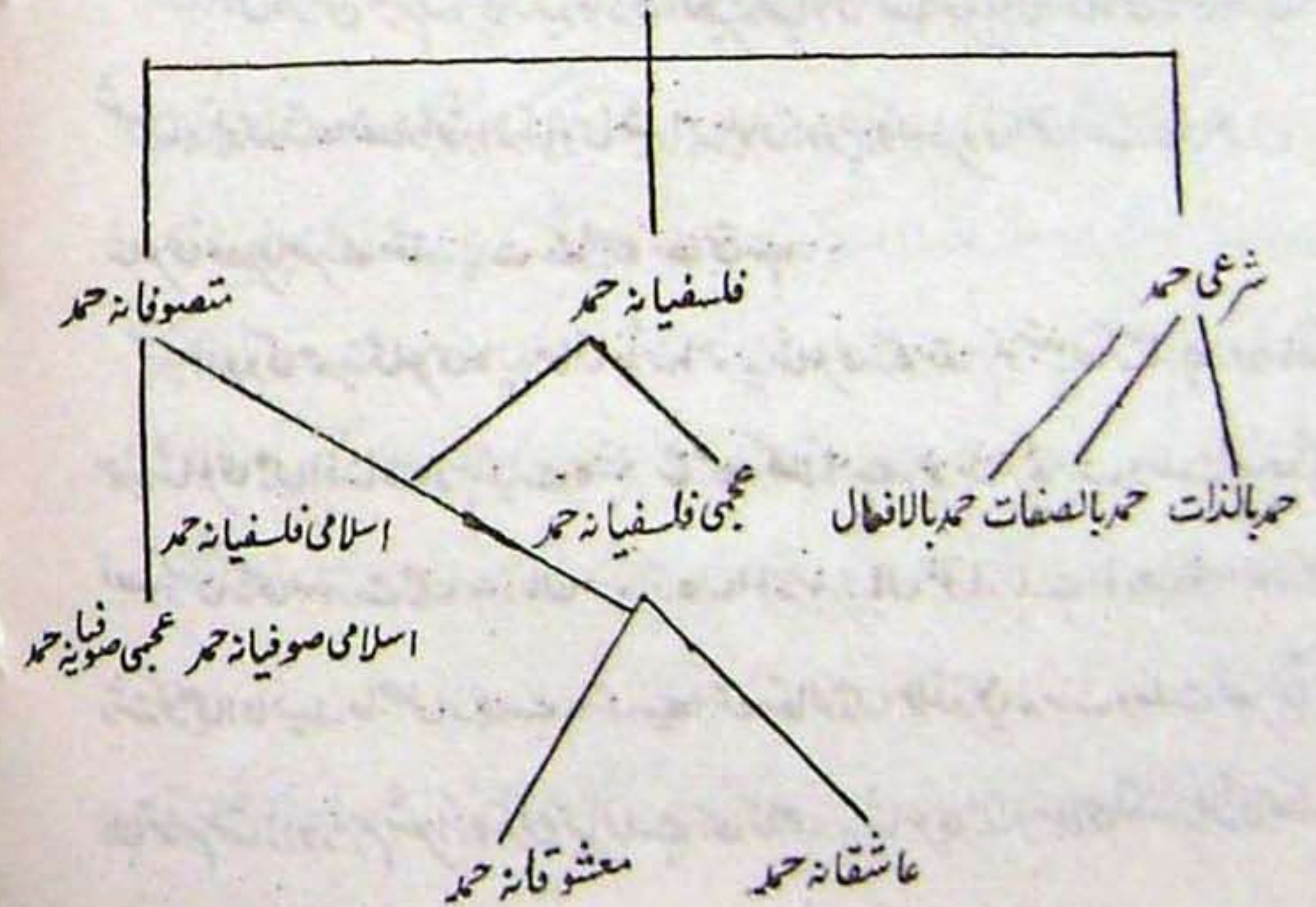
شرعی حمد:- جہاں تک شریعت اسلامیہ میں حمد کا مقام ہے ہمارے شعراء نے قرآن وحدیث سے اس میں سر مو انحراف نہیں کیا۔ الٰہ العٰلمین کی ذات وصفات اور افعال کو بیان کرتے ہوئے اردو شعراء نے قرآنی نکات اور احادیث نبویہ میں معمور ارشادات کو اپنی شاعری میں کلی طور پر برتا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ خدا کی حمد وثنا بیان کرتے وقت بعض اشعار تو قرآنی آیات کے مطالب سے اتنے قریب ہیں کہ ایسا محسوس ہونے لگتا ہے گویا یہ کسی آیت قرآنی کا منظوم ترجمہ ہی ہوں۔

شرعی اعتبار سے اللہ لفظ خدا کا اسم ذات ہے۔ قرآن واحادیث میں یہ لفظ متعدد جگہوں میں استعمال ہوا ہے مثلاً "اللہ لا الٰہ الا ھو" "اللہ واحد القہار" وغیرہ اسی اسم ذات کے تحت خدا کی جملہ صفات آجاتی ہیں۔ اس طرح اللہ ذاتی نام ہے اور دیگر اسماء حسنیٰ صفاتی نام ہیں جن میں سے چند ذیل میں رقم کیے جاتے ہیں۔

الاحد، الواحد، الحق، القدوس، النور، الحی، القیوم، الغنی، الصمد، الباقی، الوارث، الخالق، الباری، المصور، الہادی، المہدی، العلیم، الخبیر، الحکیم، السمیع، البصیر، الرقیب، الشہید، المہیمن، الرب، الرحمٰن، الرحیم، الغفار، الغفور، الوہاب، الصبور، التواب، المجیب، الشکور، الکریم، الرؤف، الودود، الولی، البر، الحفیظ، السلام، المومن، الواسع، المنعم، المقیت، المغنی، الرشید، الرزاق، العظیم، العزیز، العلی، المتعالی، الکبیر، المتکبر، الماجد، المجید، الحمید، الجلیل، القوی، القادر، المقتدر، الوالی، الملک، الوکیل، الفتاح، العدل، المعید، الباعث، الجامع، الحسیب، القہار، الجبار، المنتقم، الاول، الآخر، الظاہر، الباطن، اللطیف، المتین، المقدم، المؤخر، النافع، الضار، المعز، المذل، الرافع، الخافض، الباسط، القابض، المعطی، المانع، المجیب، ذوالجلال والاکرام۔ ان اسماء حسنیٰ میں کچھ صفات تو ذاتی ہیں اور کچھ فاعلی۔ ہمارے شعراء نے

اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو مختلف طور پر اپنی شاعری میں برتا ہے۔ اسی وجہ سے باعتبار موضوع اگرچہ حمدیہ شاعری محدود محسوس ہوتی ہے لیکن انداز بیان اور خیالات کی رنگا رنگی نے اسے بہت زیادہ وسعت بخشی ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کی صفت "رحیمی" ہی کو لیجیے کہ ہر شاعر نے اسے اپنے انداز میں پیش کیا ہے۔

نہیں حساب ہے جس طرح اس کی رحمت کا   جوں ہی ہمارے گناہوں کا بھی شمار نہیں (ناسخ)

نہ ہو اس کی خطا پوشی پہ کیوں ناز گنہگاری   نشان شان رحمت بن گیا داغ سیہ کاری (حسرت)

رحمت نے مجھ کو مائل عصیاں بنا دیا   ایک پیکر حقیقت عریاں بنا دیا (جگر)

فلسفیانہ حمد: تصور الٰہ فلسفہ کا دلچسپ اور بنیادی موضوع رہا ہے۔ مابعد الطبیعی تفکرات کی عقدہ کشائی کے لیے اہل فلسفہ سدا سرگرداں رہے ہیں۔ ان کے یہاں بغیر تحقیق کے دلیل و برہان کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ اسی لیے اس مافوق الفطرت ہستی کے متعلق ان کے یہاں جتنی موشگافیاں پائی جاتی ہیں اتنی اور کہیں نہیں ملتی۔ انہوں نے خدا کی ذات کی تحقیق کے لیے طبیعیات، منطقیات اور اخلاقیات جیسے موضوعات پر بحث کر کے اور اپنے دلائل و براہین پیش کر کے خدا کے وجود کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔

فلاسفہ میں فیثاغورث اور کاسنیس نے ریاضی نقطہ نظر سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ جس طرح تمام اعداد ایک عدد یعنی وحدت سے نکلتے ہیں۔ اسی طرح اللہ بھی ایک ہے جس سے یہ کائنات وجود میں آئی ہے۔ یہی وحدت مطلقہ ہے۔ اردو کے حمد نگار شعراء میں سے مختار دکنی اور امجد حیدرآبادی نے اسی فلسفیانہ نظریہ کی توضیح کی ہے۔

(باقی)

ماہنامہ معارف کے اشاریے

از جناب جمشید احمد ندوی

٭ جناب جمشید ندوی ریسرچ اسکالر شعبۂ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ایک لائق اور ہونہار نوجوان ہیں، سیرت کی ابتدائی اہم تصنیف موسیٰ بن عقبہ کی مغازی پر انہوں نے ایم۔ فل کے لیے تحقیق و محنت سے مقالہ لکھا تھا جو مجلہ البعث الاسلامی میں بالاقساط چھپ رہا تھا۔ اب وہ پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ لکھ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً وہ دوسرے مفید علمی و تحقیقی کام بھی انجام دیتے رہتے ہیں، اپنے علمی شوق اور دلچسپی کی بنا پر ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی ریڈر شعبۂ اسلامیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی رہنمائی میں معارف کے تین اشاریے ترتیب دیے ہیں، ایک موضوع کے اعتبار سے۔ دوسرا مضمون نگاروں اور تیسرا مضامین کے لحاظ سے ہے۔ تینوں کی ترتیب حروف تہجی کے مطابق ہے۔ یہ سلسلہ اب قریب الاختتام ہے یہاں نمونے کے طور پر اول الذکر دو نوعیتوں کے اشاریے شایع کیے جا رہے ہیں جو معارف کے ابتدائی تین برسوں کے ہیں، آیندہ معارف میں یہ سلسلہ شایع کیا جاتا رہے گا اور انشاء اللہ جلد ہی کتابی صورت میں طبع ہوگا۔ جس کے لیے اہل علم برابر تقاضا کر رہے ہیں اس کی اشاعت سے علماء و محققین کو بڑی سہولت ہوگی اور وہ معارف کے علمی سرمایے سے بآسانی فائدہ اٹھا سکیں گے۔"

(ض)

فہرست مضامین بہ اعتبار موضوع

۱- آثار قدیمہ

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
۱	پاٹلی پتر (پٹنہ) کے کھنڈر اور قدیم ہندوؤں کے تمدن پر پارسیوں کا اثر	مرزا احسان احمد	۲	۸	فروری سنہ ۱۹۱۸ء	۳۳-۴۱
۲	" " " " "	"	۲	۹	مارچ سنہ ۱۹۱۸ء	۳۳-۴۰
۳	" " " " "	"	۲	۱۰	اپریل سنہ ۱۹۱۸ء	۳۳-۴۶
۴	نقود العرب قبل الاسلام	محمد سعید انصاری	۳	۵	نومبر سنہ ۱۹۱۸ء	۲۴۴-۲۵۳
	۲- اخلاقیات					
۱	اخلاق نبوی کا ایک عظیم الشان مظہر یعنی محدثین کرام کے فضائل اخلاق	عبد السلام ندوی	۱	۹	مارچ سنہ ۱۹۱۷ء	۷-۱۷
۲	" " " "	"	۱	۱۰	اپریل سنہ ۱۹۱۷ء	۳۶-۴۰
۳	یورپ کا فلسفہ اخلاق	عبد الماجد بی-اے	۱	۶	دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء	۱۴-۱۶

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
		۳- ادب				
۱	ارتقاء اردو ادب	(غیر مذکور)	۲	۳	ستمبر سنہ ۱۹۱۷ء	۱۶-۲۵
۲	حالی و شبلی کا معاصرانہ چشمک	مہدی حسن افادی	۳	۱۰	اپریل سنہ ۱۹۱۹ء	۵۲۲-۵۳۱
۳	دیوان حسرت	عبد السلام ندوی	۱	۹	مارچ سنہ ۱۹۱۷ء	۲۸-۳۷
۴		"	۱	۱۰	اپریل سنہ ۱۹۱۷ء	۴۴-۴۸
۵	حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ایک شاعر کی حیثیت سے	(غیر مذکور)	۲	۲	اگست سنہ ۱۹۱۷ء	۱۷-۲۳
۶	(علامہ) شبلی اور ان کی شاعری	محبوب الرحمن کلیم	۳	۶	دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء	۳۱۳-۳۲۰
۷	عشقیہ شاعری	علامہ شبلی	۱	۳	ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء	۳۱-۴۲
۸	مصری کہانی	عبد الرزاق ندوی	۳	۱۱	مئی سنہ ۱۹۱۹ء	۶۰۱-۶۱۰
۹	مولانا شبلی مرحوم کے روزنامچہ کے چند اوراق	(غیر مذکور)	۳	۳	ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء	۱۲۳-۱۳۶

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
		۴-اردو زبان				
۱	اردو ہندی	علامہ شبلی	۱	۴	اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء	۴۷-۵۲
		۵-اسلام اور بین الاقوامی قوانین				
۱	جنگ اور اخلاق یا موجودہ جنگ سے کچھ اسباق	عبدالسلام ندوی	۱	۳	ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء	۴۳-۴۷
۲	جنگ کا فلسفہ اور علمائے یورپ کے دو فرقے	(غیر مذکور)	۲	۶	دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء	۴۸-۵۱
		۶-تاریخ				
۱	ایک جدید فلسفۂ تاریخ	عبدالسلام ندوی	۱	۹	مارچ سنہ ۱۹۱۷ء	۶-۳
		۷-تاریخ اسلام				
۱	خلفائے بنو امیہ اور اشاعت اسلام	عبدالسلام ندوی	۳	۵	نومبر سنہ ۱۹۱۹ء	۲۳۷-۲۴۳
۲	خلفائے عباسیہ اور فریضہ اشاعت اسلام	"	۱	۵	نومبر سنہ ۱۹۱۶ء	۲۵-۳۲

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
		۸-تصوف				
۱	من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (معرفت)	ڈاکٹر صادق علی	۳	۸	فروری سنہ ۱۹۱۹ء	۳۰۶-۳۱۴
۲	وصایائے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی	(غیر مذکور)	۳	۷	جنوری سنہ ۱۹۱۹ء	۳۴۱-۳۵۳
		۹-تعلیم و تربیت				
۱	اصول تعلیم	ظفر حسین خاں	۳	۱۰	اپریل سنہ ۱۹۱۹ء	۵۴۲-۵۵۲
۲	تاتاری مسلمان اور تعلیم عربی	عبدالسلام ندوی	۳	۷	جنوری سنہ ۱۹۱۹ء	۳۷۰-۳۷۶
۳	فن تعلیم و تربیت کے کچھ اسباق	"	۱	۷	جنوری سنہ ۱۹۱۷ء	۳۷-۴۹
۴	"	"	۱	۸	فروری سنہ ۱۹۱۷ء	۲۴-۳۱
۵	"	"	۱	۱۱	مئی سنہ ۱۹۱۷ء	۳۳-۴۰
۶	"	"	۲	۱	جولائی سنہ ۱۹۱۷ء	۳۳-۴۰

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
۷	یورپ کا جدید طریقہ تعلیم	عبدالسلام ندوی	۲	۸	فروری ۱۹۱۸ء	۴۲-۴۹
		۱۰- تہذیب وتمدن				
۱	موسسات تمدنی کتابیں	(غیر مذکور)	۱	۱۰	اپریل ۱۹۱۷ء	۳۰-۳۵
		۱۱- دین ومذہب				
۱	انسان اور مذہب	پروفیسر سید نواب علی	۳	۴	اکتوبر ۱۹۱۸ء	۱۸۵-۱۸۸
		۱۲- سائنس				
۱	فلسفہ طبعی کے حیرت انگیز اکتشافات (انیسویں صدی میں)	سعید انصاری	۱	۶	دسمبر ۱۹۱۷ء	۴۵-۵۳
		۱۳- سماجی سیاسی ومعاشرتی مسائل				
۱	مسلمانان ہند کی تنظیم مذہبی	(غیر مذکور)	۲	۵	نومبر ۱۹۱۷ء	۵-۱۲
۲	موجودہ نظر بندان اسلام علمی، مذہبی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے	" "	۳	۹	مارچ ۱۹۱۹ء	۳۵۲-۳۶۴

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
۳	نظر بندان اسلام	(غیر مذکور)	۲	۷	جنوری ۱۹۱۹ء	۳۴۱-۳۵۲
۴	"	"	۳	۸	فروری ۱۹۱۹ء	۳۹۷-۴۰۵
۵	ہوم رول سے پہلے	"	۲	۴	اکتوبر ۱۹۱۷ء	۳۳-۳۷
۶	ہندو مسلمانوں کا اتحاد	علامہ شبلی	۱	۱	جولائی ۱۹۱۶ء	۴۴-۵۰
		۱۴- سیاسی نظام				
۱	اشتراکیت اور فوضویت یعنی سوشلزم اور انارکزم	عبدالسلام ندوی	۱	۱۲	جون ۱۹۱۷ء	۲۷-۳۷
		۱۵- سیرت نبوی ؐ				
۱	نسب نامہ نبوی	مولانا حمید الدین	۱	۶	دسمبر ۱۹۱۶ء	۳۲-۴۰
۲			۱	۷	جنوری ۱۹۱۷ء	۱۲-۲۳
		۱۶- صحابۂ کرام				
۱	اسعد بن زرارہؓ	سعید انصاری	۲	۱۰	اپریل ۱۹۱۸ء	۳۷-۴۰

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
۲	اسلام میں انقلابی کا منظر ایک اور شہید کی لاش حضرت سالم مولی ابی حذیفہؓ	حاجی معین الدین ندوی	۱	۱۲	جون ۱۹۱۷ء	۳۳-۳۸
۳	داعی یثرب حضرت مصعب بن عمیر	"	۱	۹	مارچ ۱۹۱۷ء	۳۹-۳۸
۴	(حضرت) سعد بن معاذؓ	سعید انصاری	۲	۹	مارچ ۱۹۱۸ء	۳۸-۳۱
۵	سولی پر اسلام کی سب سے پہلی لاش حضرت خبیبؓ بن عدی	"	۱	۱۰	اپریل ۱۹۱۷ء	-۴۰
	۱۷- عبادات					
۱	ساو سترہ	(غیر مذکور)	۱	۱	جولائی ۱۹۱۶ء	۱۸ - ۶
	۱۸- علمی دینی مراکز و ادارے					
۱	اسلامی یتیم خانے	عبد السلام ندوی	۲	۲	اگست ۱۹۱۷ء	۳۹-۳۳
۲	خواب تمنا: دار المصنفین کا تخیلہ اعمال	(غیر مذکور)	۱	۳	ستمبر ۱۹۱۶ء	۱۲ - ۳
۳	دار المصنفین اور ایک عظیم الشان اسلامی خدمت یعنی سیر الصحابہ کا تدوین و تالیف	"	۱	۶	دسمبر ۱۹۱۶ء	۱۳ - ۶

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
۴	شبلی سوسائٹی	ایم مہدی حسن	۲	۱۲	جون ۱۹۱۸ء	۳۴-۱۶
	۱۹- عالم اسلام					
۱	حاضر المصریین او سر تأخرھم	عبد السلام ندوی	۲	۱۱	مئی ۱۹۱۸ء	۳۱ - ۱۹
۲	مصر کے کچھ مناظر اجتماعی	(غیر مذکور)	۳	۳	ستمبر ۱۹۸۱ء	۱۳۲-۱۲۷
	۲۰- علوم و فنون					
۱	اردو علم الصرف پر پہلی کتاب صرف اردو	سعید انصاری	۲	۳	ستمبر ۱۹۱۷ء	۵۱ - ۳۸
۲	امم قدیم کے علوم و فنون	محمد سعید انصاری	۳	۱۲	جون ۱۹۱۹ء	۴۶۲-۴۵۵
۳	بزم سحر عہد خزاں کی چند کلیاں اسلامی ہندوستان کا آخر اور علوم جدیدہ	(غیر مذکور)	۲	۵	نومبر ۱۹۱۷ء	۵۳ - ۴۸
۴	جدید علم ہیئت اور عربی اصطلاحات	"	۲	۱	جولائی ۱۹۱۷ء	۲۳ - ۱۷
۵	خطابت	محبوب الرحمن کلیم	۲	۱۰	اپریل ۱۹۱۸ء	۳۲ - ۲۶

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
۶	خطابت	محبوب الرحمٰن کلیم	۲	۱۱	مئی سنہ ۱۹۱۸ء	۳۲-۴۰
۷	خطابت العرب	عبدالسلام ندوی	۳	۲	اگست سنہ ۱۹۱۸ء	۸۵-۹۳
۸	" "	"	۳	۳	ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء	۱۳۸-۱۵۷
۹	رسم خط کی اجمالی تاریخ	حاجی معین الدین ندوی	۱	۱	جولائی سنہ ۱۹۱۶ء	۶-۱۸
۱۰	صحافت یا جرنلزم یعنی اخبار نویسی	"	۲	۲	اگست سنہ ۱۹۱۷ء	۴۰-۵۰
۱۱	" " "	"	۲	۳	ستمبر سنہ ۱۹۱۷ء	۳۶-۴۷
۱۲	" " "	"	۲	۴	اکتوبر سنہ ۱۹۱۷ء	۲۳-۳۲
۱۳	عربی رسم الخط	"	۱	۴	اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء	۳۹-۴۶
۱۴	علوم جدیدہ کیا ہمارے لیے مفید ہیں	(غیر مذکور)	۲	۱۱	مئی سنہ ۱۹۱۸ء	۴۱-۵۲
۱۵	فن مطالعہ	صاحبزادہ ظفر حسن خاں	۱	۵	نومبر سنہ ۱۹۱۶ء	۳۳-۴۲

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
۱۶	فن مطالعہ	صاحبزادہ ظفر حسن خاں	۱	۶	دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء	۱۷-۳۱
۱۷	فن منطق کی مختصر تاریخ	محمد سعید انصاری	۱	۷	جنوری سنہ ۱۹۱۷ء	۲۳-۳۴
۱۸	" " "	"	۱	۸	فروری سنہ ۱۹۱۷ء	۱۹-۲۳
۱۹	" " "	"	۲	۲	اگست سنہ ۱۹۱۷ء	۲۳-۳۲
۲۰	فنون لطیفہ	مرزا احسان احمد	۱	۸	فروری سنہ ۱۹۱۷ء	۲۵-۳۳
۲۱	" " "	"	۱	۹	مارچ سنہ ۱۹۱۷ء	۱۷-۲۲
			۱	۱۱	مئی سنہ ۱۹۱۷ء	۲۶-۳۲
۲۲	"	"				

۲۱ - عمارات

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
۱	حریم قدس یعنی مسجد نبویؐ	عبدالسلام ندوی	۱	۱	جولائی سنہ ۱۹۱۶ء	۱۹-۲۵
۲	" "	"	۱	۳	ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء	۱۷-۲۳

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
۳	حریم قدس یعنی مسجد نبویؐ	عبدالسلام ندوی	۱	۴	اکتوبر ۱۹۱۶ء	۱۶-۲۲
		۲۲-عہد اسلامی ہند				
۱	مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہندوؤں کی علمی و تعلیمی ترقی	(غیر مذکور)	۳	۵	نومبر ۱۹۱۸ء	۲۲۷-۲۳۶
۲	〃	〃	۳	۶	دسمبر ۱۹۱۸ء	۲۸۴-۲۹۳
۳	ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد حکومت میں	〃	۲	۷	جنوری ۱۹۱۸ء	۸-۱۶
۴	ہندوؤں کی علمی و تعلیمی ترقی میں مسلمانوں کی کوششیں	〃	۲	۱۱	مئی ۱۹۱۸ء	۴-۱۳
۵	〃	〃	۲	۱۲	جون ۱۹۱۸ء	۶-۱۵
۶	〃	〃	۳	۱	جولائی ۱۹۱۸ء	۴-۱۶
۷	〃	〃	۳	۲	اگست ۱۹۱۸ء	۶۰-۶۵
۸	ہندوؤں کی علمی و تعلیمی ترقی مسلمانوں کے عہد حکومت میں	〃	۳	۳	ستمبر ۱۹۱۸ء	۱۱۷-۱۲۶
۹	〃	〃	۳	۴	اکتوبر ۱۹۱۸ء	۱۷۱-۱۸۳

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
		۲۳-فقہ اسلامی				
۱	کیا عورتوں کے لیے سونے کا زیور پہننا جائز ہے۔	(غیر مذکور)	۱	۱۱	مئی ۱۹۱۷ء	۴۱-۴۸
۲	کشف حقیقت: مسئلہ زوجہ غیر متفق علیہا	〃	۱	۴	اکتوبر ۱۹۱۶ء	۵-۱۶
۳	〃	〃	۱	۵	نومبر ۱۹۱۶ء	۳-۲۴
۴	محجوب لا ارث یعنی یتیم پوتوں کی وراثت کا مسئلہ	محمد اسلم جیراج پوری	۳	۱	جولائی ۱۹۱۸ء	۲۵-۳۰
۵	〃	〃	۳	۲	اگست ۱۹۱۸ء	۱۰۲-۱۰۷
۶	مساجد اور غیر مسلم	ابوالکلام آزاد	۳	۱۱	مئی ۱۹۱۹ء	۵۷۶-۵۹۲
۷	〃	〃	۳	۱۲	جون ۱۹۱۹ء	۶۲۵-۶۵۶
۸	مسئلہ انتقال جائداد بنام اشخاص غیر مولود	(غیر مذکور)	۱	۲	اگست ۱۹۱۶ء	۵۰-۵۳
۹	〃	〃	۱	۳	ستمبر ۱۹۱۶ء	۵۲-۵۶

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
۱۰	مسئلہ انتقال جائداد بنام اشخاص غیر مولود	(غیر مذکور)	۱	۴	اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء	۵۳-۵۴
	۲۴- فلسفہ					
۱	تصورات کلیہ	(غیر مذکور)	۱	۱۰	اپریل سنہ ۱۹۱۷ء	۲۱-۲۹
۲	" "	"	۱	۱۱	مئی سنہ ۱۹۱۷ء	۱۵-۲۵
۳	" "	"	۱	۱۲	جون سنہ ۱۹۱۷ء	۱۷-۲۶
۴	سلسلہ مکالمات برکلے	عبدالماجد	۲	۸	فروری سنہ ۱۹۱۸ء	۱۷-۳۲
۵	" " "	"	۲	۹	مارچ سنہ ۱۹۱۸ء	۱۷-۳۲
۶	عقل و نقل (فلسفہ لیبان)	عبدالسلام ندوی	۳	۸	فروری سنہ ۱۹۱۹ء	۲۲۵-۲۳۲
۷	فلسفہ لیبان	" "	۳	۷	جنوری سنہ ۱۹۱۹ء	۳۴۳-۳۶۹
۸	مکالمات برکلے	عبدالماجد	۲	۵	نومبر سنہ ۱۹۱۷ء	۱۳-۲۸

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
۹	مکالمات برکلے	عبدالماجد	۲	۶	دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء	۱۷-۳۲
۱۰	" "	"	۲	۷	جنوری سنہ ۱۹۱۸ء	۱۷-۳۲
۱۱	نظام اور اس کا فلسفہ	(غیر مذکور)	۱	۱۰	اپریل سنہ ۱۹۱۷ء	۷-۲۰
	۲۵- فلسفہ مذہب					
۱	تشکیک سے مذہب کی تائید ہوتی ہے یا مخالفت	عبدالماجد بی۔اے	۱	۴	اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء	۲۳-۳۲
	۲۶- قرآنیات					
۱	ارض القرآن	(غیر مذکور)	۱	۱۱	مئی سنہ ۱۹۱۷ء	۹-۱۳
۲	جنت سبا اور قرآن مجید کے ثبوت اعجاز کی کچھ قدیم شہادتیں	"	۱	۷	جنوری سنہ ۱۹۱۷ء	۵-۱۱
۳	سورہ یوسف سے ایک واقعہ کی تفسیر	ڈاکٹر صادق علی	۳	۷	جنوری سنہ ۱۹۱۹ء	۳۷۷-۳۸۳
۴	سورہ یوسف کے ایک واقعہ کی تفسیر	(غیر مذکور)	۳	۹	مارچ سنہ ۱۹۱۹ء	۳۸۸-۳۹۱

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
۵	قرآن مجید پر تاریخی اعتراضات : آذر	(غیر مذکور)	۱	۲	اگست سنہ ۱۹۱۶ء	۵ - ۱۱
۶	قرآن مجید پر تاریخی اعتراضات، مریمت عمران اخت ہارون	"	۱	۳	ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء	۱۳-۱۶
۷	قرآن مجید میں بائبل کے حوالے	سعید انصاری	۳	۷	جنوری سنہ ۱۹۱۹ء	۳۵۴-۳۶۲
	۲۷- مذاہب عالم					
۱	اسلام اور نصرانیت کی کشمکش روس میں	عبدالسلام ندوی	۲	۱۰	اپریل سنہ ۱۹۱۸ء	۱۷- ۲۵
۲	" " "	"	۲	۱۱	مئی سنہ ۱۹۱۸ء	۱۳ - ۱۸
۳	" " "	"	۳	۱	جولائی سنہ ۱۹۱۸ء	۱۷ - ۲۴
۴	تحریفات یہود	"	۲	۳	ستمبر سنہ ۱۹۱۷ء	۲۶-۳۵
۵	دین حنیف	ابوالحسنات ندوی	۳	۲	اگست سنہ ۱۹۱۸ء	۶۶ - ۷۸
۶	"	"	۳	۳	ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء	۱۳۷- ۱۴۳

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
۷	دین عیسوی کی ابتدائی پانچ صدیاں	پروفیسر سید نواب علی	۱	۵	نومبر سنہ ۱۹۱۶ء	۴۳-۴۶
	۲۸- متفرقات					
۱	بچوں کے قوائے ادراکیہ کا ارتقاء	(غیر مذکور)	۳	۴	اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء	۱۸۹ - ۱۹۶
۲	برق یا کہربا	ابوالاعلیٰ مودودی	۳	۴	اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء	۱۹۷ - ۲۰۵
۳	تقویت دماغ	مفتی محمد رشید الدین صدیقی	۳	۹	مارچ سنہ ۱۹۱۹ء	۳۶۵ - ۳۷۱
۴	داستان آفرینش	پروفیسر نواب علی	۱	۲	اگست سنہ ۱۹۱۶ء	۲۶ - ۳۶
۵	"	"	۱	۳	ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء	۲۴ - ۳۰
۶	عرب ایک مستشرق کی نظر میں	محمد فاروق	۳	۸	فروری سنہ ۱۹۱۹ء	۴۳۳-۴۳۵
۷	کیا انسان کی اجتماعی زندگی ترقی کر رہی ہے	عبدالسلام ندوی	۲	۵	نومبر سنہ ۱۹۱۷ء	۳۰- ۴۰
۸	مسلمانان روس	"	۳	۲	اگست سنہ ۱۹۱۸ء	۶۹- ۸۳

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
۹	مسلمانان روس	عبد السلام ندوی	۳	۳	ستمبر ۱۹۱۸ء	۱۴۷ - ۱۳۴
۱۰	ناشرین اردو سے خطاب ایک چھوٹی سی بات	(غیر مذکور)	۱	۱۱	مئی ۱۹۱۷ء	۸ - ۷
	۲۹۔ مشاہیر / شخصیات					
۱	ابن زکریا رازی (حکیم)	سعید انصاری	۱	۱	جولائی ۱۹۱۶ء	۴۳ - ۳۳
۲	ابن یمین اور ان کی شاعری	ابو الحسنات ندوی	۳	۸	فروری ۱۹۱۹ء	۳۲۴ - ۳۱۵
۳	" "	"	۳	۹	مارچ ۱۹۱۹ء	۳۸۷ - ۳۷۲
۴	ابو الفداء کے حالات خود الفداء سے	سعید انصاری	۲	۱۲	جون ۱۹۱۸ء	۴۵ - ۳۵
۵	" " "	" "	۳	۱	جولائی ۱۹۱۸ء	۵۳ - ۳۱
۶	" " "	" "	۳	۲	اگست ۱۹۱۸ء	۱۰۱ - ۹۴
۷	" " "	" "	۳	۳	ستمبر ۱۹۱۸ء	۱۶۳ - ۱۵۸

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
۸	ابو مسلم اصفہانی اور ان کی تفسیر	سعید انصاری	۲	۷	جنوری ۱۹۱۸ء	۳۸ - ۳۲
۹	ایک درویش امیر کی وفات رضی الدولہ نظام الملک نواب میر نور الحسن خاں کلیم	(غیر مذکور)	۲	۵	نومبر ۱۹۱۷ء	۵۳ - ۴۸
۱۰	حسین بن منصور حلاج کی تاریخی شخصیت	"	۲	۴	اکتوبر ۱۹۱۷ء	۲۴ - ۴
۱۱	سلطان ٹیپو کی چند باتیں کچھ چشم دید مشاہدات اور تاریخی حقائق	"	۲	۸	فروری ۱۹۱۸ء	۱۶ - ۶
۱۲	(حجۃ الملۃ والدین علامہ) شبلی نعمانی	"	۱	۲	اگست ۱۹۱۶ء	۲۵ - ۱۴
۱۳	(علامہ) شبلی کی تیسری برسی	"	۲	۵	نومبر ۱۹۱۷ء	۲۹-
۱۴	عبد اللہ بن مبارک	ابو الحسنات ندوی	۳	۵	نومبر ۱۹۱۸ء	۲۶۶ - ۲۵۴
۱۵	فاجعہ علمیہ یعنی مولانا لطف اللہ صاحب کی وفات	(غیر مذکور)	۱	۴	اکتوبر ۱۹۱۶ء	۶۸
۱۶	مسعود سعد سلمان	شیخ عبد القادر	۱	۲	اگست ۱۹۱۶ء	۳۹ - ۳۷
۱۷	" "	"	۱	۴	اکتوبر ۱۹۱۶ء	۳۸ - ۳۲

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	جلد	شمارہ	مہینہ و سال	صفحات
۱۸	مسعود سعد سلمان	شیخ عبدالقادر	۱	۶	دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء	۳۱-۴۴
۱۹	"	"	۲	۱	جولائی سنہ ۱۹۱۷ء	۲۴-۳۲
۲۰	نوشیروان عادل	منشی معین الدین حسن	۲	۵	نومبر سنہ ۱۹۱۷ء	۳۱-۴۷
		۳۰۔ ملل و فرق				
۱	اسلام میں مختلف فرقوں کی نشوونما اور اس کے علل و اسباب	عبدالسلام ندوی	۳	۱۰	اپریل سنہ ۱۹۱۹ء	۵۱۱-۵۲۱
۲	" " "	"	۳	۱۱	مئی سنہ ۱۹۱۹ء	۵۹۳-۶۰۰
۳	اہل السنۃ والجماعۃ	(غیر مذکور)	۱	۱۲	جون سنہ ۱۹۱۷ء	۵-۱۶
۴	" "	"	۲	۱	جولائی سنہ ۱۹۱۷ء	۶-۱۶
۵	" "	"	۲	۲	اگست سنہ ۱۹۱۷ء	۵-۱۶
۶	" "	"	۲	۳	ستمبر سنہ ۱۹۱۷ء	۵-۱۵

معارف کی ڈاک

ضروری تصحیح

شاہ گنج۔ لکھنؤ

محترمی و مکرمی اصلاحی صاحب ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ نے "معارف" فروری ۹۹ء کے شمارہ میں "مولانا شبلی نعمانی کی ایک نادر تحریر" شایع کردی اس کے لیے میں بہت ہی ممنون ہوں۔

تعارفی نوٹ میں مجھ سے دو جگہ سہو ہوا ہے۔ آپ کے پچھلے خط کے جواب میں میں نے اسی غلطی کی تصحیح کردی تھی، غالباً آپ کو میرا پچھلا خط اشاعت سے پہلے نہیں ملا[1]۔ اسی لیے آپ تصحیح نہ کرسکے۔ مہربانی فرماکر اگلے شمارے میں اس کی تصحیح شایع کردیں۔ تصحیح درج ذیل ہے:

۱۔ عبدالقوی فانی اپنے والد آسی مدراسی کے چار بیٹوں اور دو بیٹیوں میں سے دوسرے نمبر پر تھے۔

۲۔ مولوی شاہ محمد جان بحری آبادی (ف سنہ ۱۹۲۰ء) مولانا فاروق چریاکوٹی اور علامہ عبدالحی فرنگی محلی کے شاگرد اور مولانا شبلی اور مولانا عبدالعلی آسی مدراسی (مولانا شبلی مولوی فاروق چریاکوٹی کے شاگرد تھے اور مولانا آسی، عبدالحی فرنگی محلی کے) کے ہم درس تھے۔

بقیہ حالات لائق شکر ہیں۔ مولانا شبلی کی ایک دو اور نادر تحریریں راقم کے پاس ہیں جلد ہی انہیں اشاعت کے لیے آپ کے پاس روانہ کردوں گا۔

والسلام

خادم

شاہ عبدالسلام

[1] یہ خط اب تک نہیں ملا۔ "ض"

مطبوعات جدیدہ

مومن قوم اپنی تاریخ کے آئینہ میں از جناب مفتی محمد ڈینڈرولوی

متوسط تقطیع، بہترین کاغذ وکتابت و طباعت، مجلد، خوبصورت سرورق، صفحات ۴۰۰ قیمت درج نہیں، پتہ: نظامی بک ڈپو، اسٹیشن روڈ، پالن پور، گجرات۔

مومن قوم کے لفظ سے ذہن ہندوستانی مسلمانوں کے اس طبقہ کی جانب متوجہ ہوتا ہے جو عموماً پارچہ بافی کے پیشہ سے وابستہ رہا ہے لیکن زیر نظر کتاب میں مومن قوم سے مراد گجراتی مسلمانوں کی ایک خاص قوم ہے جو وہاں کے بعض علاقوں میں بڑی تعداد میں آباد اور دینی و دنیوی حیثیت سے لائق رشک ہے، قریب چھ سات سو سال پہلے ایک بزرگ سید کبیر الدین کفر شکن کی تبلیغی مساعی سے یہ قوم ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہوئی اور کہیں مومن اور کہیں مومنہ کہلائی، لیکن تربیت کی ناپختگی کی وجہ سے بعد کی دو صدیوں میں پھر جہالت اور خرافات کی وجہ سے یہ لوگ صرف نام کے مسلمان رہ گئے، ایسے میں بعض علماء و مصلحین کی مسلسل کوششیں اس قوم کی ترقی درجات کا سبب بنیں، موجودہ دور میں اس سلسلہ کے ایک اہم بزرگ اور تبلیغی جماعت کے سربراہ مولانا محمد عمر پالن پوری مرحوم تھے۔ کتاب میں سید کفر شکن اور مولانا پالن پوری کے علاوہ سید پیر مشائخ اور مولانا محمد نذیر کے حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں بڑی کشش ہے، آج بھی ہندوستان کے بعض علاقوں میں ایسی مسلم آبادیاں ہیں جن میں ارتداد فعلی کا ماحول اور ارتداد قولی کا سخت خطرہ و اندیشہ ہے۔ اس کتاب سے ان علاقوں میں بھی جد و جہد کا حوصلہ ملے گا۔ مومن قوم کی تاریخی حیثیت پر معلومات یکجا کئے گئے ہیں جو گو مختصر ہیں لیکن تشنہ نہیں، فاضل مصنف نے اردو

فارسی مراجع کے علاوہ گجراتی مآخذ سے استفادہ کیا، ان کی محنت و مطالعہ قابل داد ہے۔

تسہیل ارمغان حجاز (حصہ فارسی)، از جناب طاہر شادانی و جناب ضیاء احمد ضیاء، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ و طباعت، مجلد، صفحات ۲۷۴، قیمت ۲۰۰ روپے۔

پتہ: اقبال اکادمی، ۱۱۶۔ میکلوڈ روڈ، لاہور، پاکستان۔

اقبال اکادمی پاکستان کی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع اور متنوع ہے۔ اقبالیات سے متعلق نئے نئے موضوعات اور گوشوں پر اس کی مطبوعات میں مسلسل اضافہ ہوتا جاتا ہے، اس کتاب میں ارمغان حجاز کے فارسی حصہ کی تسہیل و تشریح بڑی خوبی سے کی گئی، ترجمہ بھی سلیس و رواں ہے، علامہ اقبال کے فارسی کلام سے لطف اندوز ہونے کے لئے یہ عام قاریوں کے علاوہ طلبہ کے لئے بھی خاص طور پر مفید ہے۔

بھوپال ادب کے آئینہ میں از جناب ڈاکٹر محمد نعمان، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ وکتابت و طباعت، مجلد مع گرد پوش، صفحات ۱۵۱، قیمت ۵۵ روپے، پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار جامع مسجد دہلی۔ ۶ اور ۵۶۔ ندیم روڈ، ابراہیم پورہ بھوپال، ایم پی۔

دار الاقبال بھوپال کی تاریخی، علمی و ادبی داستان میں خاص حظ و لطف ہے، ہندوستان کے قلب میں واقع قدرتی مناظر سے آراستہ اس خوبصورت شہر کی طرحداری میں اسلامی تہذیب و تمدن کا بانکپن نمایاں ہے، لائق مولف اسی شہر باکمال کے فرزند ہیں، جن کے لیے بھوپال وطن ہی نہیں پسندیدہ موضوع بھی ہے، انہوں نے وقتاً فوقتاً مختلف رسائل و جرائد میں اسی تعلق سے متعدد مضامین جیسے بھوپال ایک تصویر دو رخ، نواب جہانگیر محمد خاں دولہ، مطالبۂ لغالب اور سہا مجددی، مکاتیب رشید صدیقی بنام تخلص بھوپالی وغیرہ سپرد قلم کیے،

اس کے علاوہ انہوں نے وہاں کی صحافت، افسانہ و نظم نگاری اور تذکرہ نویسی پر چند محققانہ مضامین بھی لکھے، زیر نظر کتاب میں ان کو یکجا کیا گیا ہے، بھوپال اور اردو ادب کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اس میں خاصا مفید مواد موجود ہے۔

شعلہ آزادی مترجم جناب نقی احمد ارشاد، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ وکتابت و طباعت، مجلد مع گرد پوش، صفحات ۲۲۵، قیمت ۱۵۰ روپے، پتہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، بہار۔

انگریزوں کے قبضہ و تسلط سے رہائی اور ہندوستان کی تحریک آزادی میں بہار کے مشہور سنتھال قبائل کا بھی حصہ رہا، ۱۸۵۵ء میں ان آدی واسیوں نے مہاجنوں اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف شورش کی، اس بغاوت کی تہہ میں آزادی کے جذبات موجزن تھے، اس زمانہ کے وہاں کے انگریز ڈپٹی کمشنر مسٹر کارسٹیر نے اس بغاوت کے حالات کو ناول کی شکل میں ہاڑما ز ویلیج کے نام سے قلم بند کیا، چونکہ سنتھال قوم کا کوئی قدیم تاریخ موجود نہیں اس لئے اس کتاب کو ان کی پہلی تاریخ کی حیثیت بھی حاصل ہے، بعد میں اس کا ترجمہ سنتھالی زبان میں ہوا، فاضل مترجم نے اس خیال سے کہ اردو میں چونکہ ایسی کتابیں نہیں ہیں، اسی سنتھالی زبان سے اردو میں منتقل کر دیا، خوشی ہے کہ آزادی کی پچاسویں سال گرہ پر خدابخش لائبریری پٹنہ نے اسے شایع کر دیا، بقول مترجم یہ تاریخ بھی ہے ناول بھی اور اس زمانہ کے سماج کا آئینہ بھی ہے۔

ع۔ ص۔